www.urduchannel

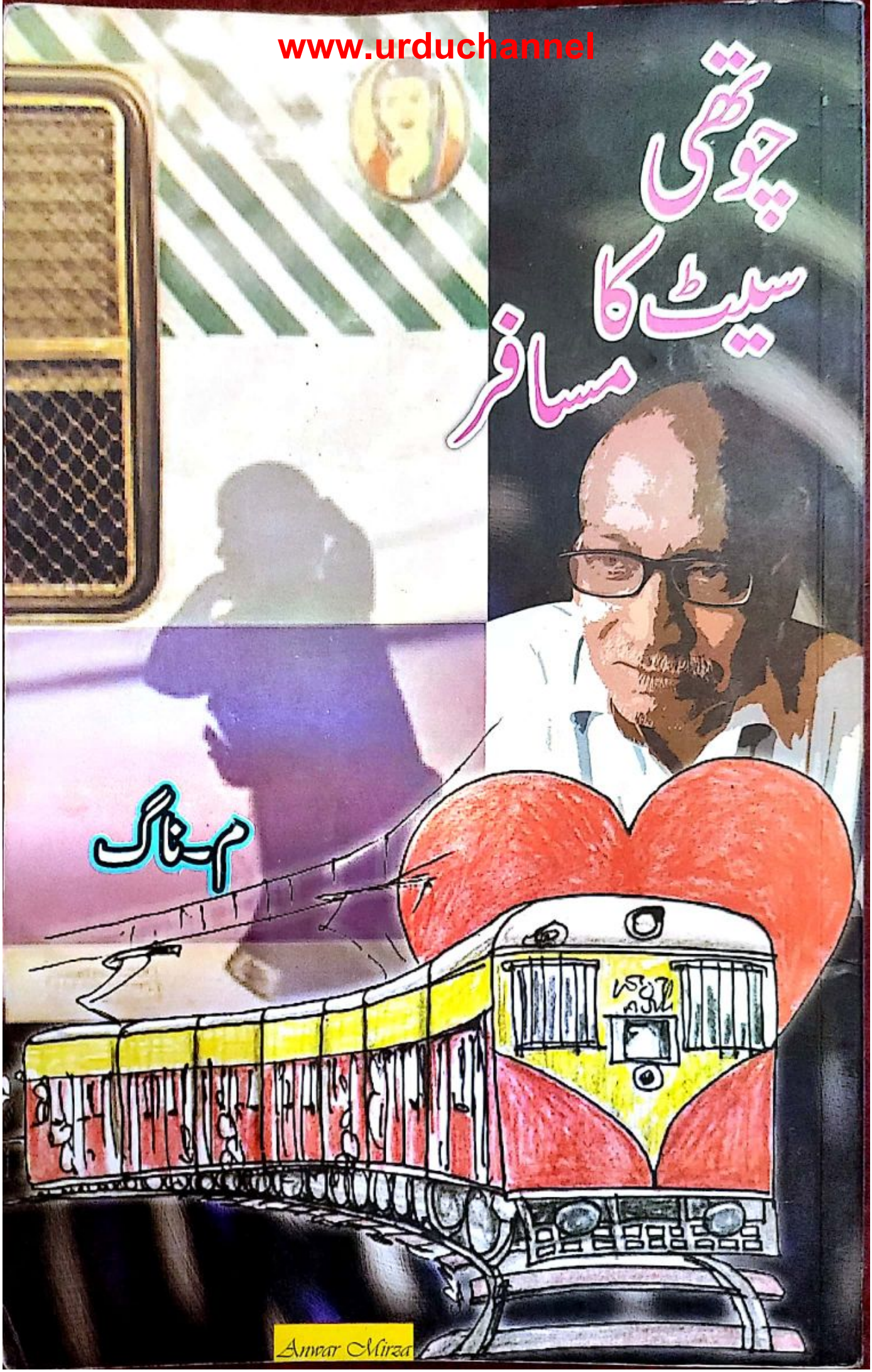

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اس کتاب کی اشاعت میں مہاراشٹر اسٹیٹ اُردو ساہتیہ اکادمی کا
مالی تعاون شامل ہے۔

نیوز ٹاؤن پبلشرز
NEWS TOWN PUBLISHERS
Abdullah Mansion, Room No.44
Haryanawala Lane, Kurla (W),
Mumbai - 400 070.
Cell. : 09224799971/09930211461
E-mail:ishtiyaquesaeed@rediffmail.com

چوتھی سیٹ کا مُسافِر
م۔ ناگ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چوتھی سیٹ کا مسافر

مختصر مختصر کہانیاں

م۔ناگ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

C نوید مختار سیّد

نام کتاب	:	چوتھی سیٹ کا مسافر
مصنف	:	م۔ناگ
اشاعت اوّل	:	جون ۲۰۱۵ء
ضخامت	:	۱۱۲ صفحات
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۱۷۵ روپے
کمپوزنگ	:	فرزانہ
اسکیچیز	:	عابد سورتی
سرِ ورق	:	انور مرزا
فوٹو	:	عبید حارث
اہتمام	:	اشتیاق سعید
ناشر	:	نیوز ٹاؤن پبلشرز، ممبئی
مطبع	:	ہُما آفسیٹ پرنٹنگ زون، بائیکلہ، ممبئی
مصنف کا پتا	:	روم نمبر ۴، جیاٹا کیز کمپاؤنڈ، بوریولی (مغرب)، ممبئی ۴۰۰۰۹۲
موبائل نمبر	:	09221747124

ملنے کے پتے

☆ کتاب دار، جلال منزل، ٹیمکر اسٹریٹ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸

☆ مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، پرنس بلڈنگ، ابراہیم رحمت اللہ روڈ، ممبئی۔ ۴۰۰۰۰۸

☆ م۔ناگ، روم نمبر ۴، جیاٹا کیز کمپاؤنڈ، بوریولی (مغرب)، ممبئی

CHAUTHI SEAT KA MUSAFIR

Short Stories

By

Meem Nag

Rs. 175/-

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

انتساب

ڈاکٹر ابراھیم سرکھوت

کے نام

جنہوں نے

مجھے

زندگی کی

دُشوار

راہوں پر سہارا دیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

فہرست

☆ لوکل ٹرین، پانچ کہانیاں

۱۔ چوتھی سیٹ کا مسافر

۲۔ شطرنج کے مہرے

۳۔ چلتا پھرتا وید

۴۔ صرف خواتین کے لیے

۵۔ آوازیں

۶۔ اشوک

۷۔ آگہی

۸۔ میل کا پتھر

۹۔ دیوار طوطے

۱۰۔ ایک تھے مولوی صاب

۱۱۔ جب منا نے کہانی سُننے سے انکار کر دیا

۱۲۔ ہٹلر

۱۳۔ جنگل

۱۴۔ ناقد کا جواب

۱۵۔ لڑکی ایک آٹے کا پیڑا

۱۶۔ جانور

۱۷۔ کاغذ کا سنکٹ

۱۸۔ ایک گلاس، چار دوست

۱۹۔ لاگ

۲۰۔ علاج

۲۱۔ احترم

۲۲۔ دولخت کہانی

۲۳۔ ایک تھا گنڈو

۲۴۔ آدمی جوڑنے کا کام

۲۵۔ تبدیلی

۲۶۔ اندھیرے اُجالے کا کھیل

۲۷۔ یا اللہ

۲۸۔ نئے لکھنے والے

۲۹۔ چبا چبا کر کھا

۳۰۔ اسکیمو کی جنت

۳۱۔ زبان

۳۲۔ گھر کے اندر چور

۳۳۔ بلّی کے گلے میں گھنٹی

۳۴۔ بھائی پاشا

۳۵۔ گھرنڈ

۳۶۔ حکم نامہ

۳۷۔ چڑیا چڑیا دروازہ کھول

۳۸۔ بندر بانٹ

۳۹۔ دھمک

۴۰۔ کوّے اور پیاس

۴۱۔ مرگ چھالہ

۴۲۔ آگ

۴۳۔ آسیب

۴۴۔ لائن حاضر لڑکیاں

۴۵۔ شاعر اور بھوک

۴۶۔ سومناتھ

۴۷۔ دھر پکڑ

۴۸۔ مشاعرہ

۴۹۔ عام آدمی

۵۰۔ بچت

۵۱۔ اُردو اخبار : چار کہانیاں

۵۲۔ ناقد، کہانی اور قاری

۵۳۔ میوزیکل چیئر

۵۴۔ چولھے کے پاس کی عقل

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

فہرست

۵۵۔ سب کا مالک ایک

۵۶۔ بغلیں جھانکنا

۵۷۔ گریبان میں جھانکنا

۵۸۔ امرود کا باغ

۵۹۔ گھٹن

۶۰۔ سانپ اور آدمی

۶۱۔ بانسری والا۔۱

۶۲۔ بانسری والا۔۲

۶۳۔ پہلے میرا نام لکھئے

۶۴۔ دوراہے پر بھائی

۶۵۔ محفوظ سیکس

۶۶۔ گلال کا رنگ

۶۷۔ میری ذات ذرّۂ بے نشاں

۶۸۔ موٹر میکنک

۶۹۔ رشتہ

۷۰۔ منظر بدلنا چاہئے

تاثرات

☆ افسانے میں غزل کا ایجاز — محمود ایوبی

☆ چھوٹی کہانی میں بڑی سچائی — ڈاکٹر عظیم راہی

☆ بھیڑ میں نمایاں افسانے — وکیل نجیب

☆ 'سفر' کرنے والا معصوم افسانہ نگار — انور مرزا

☆ وِنڈو سیٹ بنام چوتھی سیٹ کا مسافر — اشتیاق سعید

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

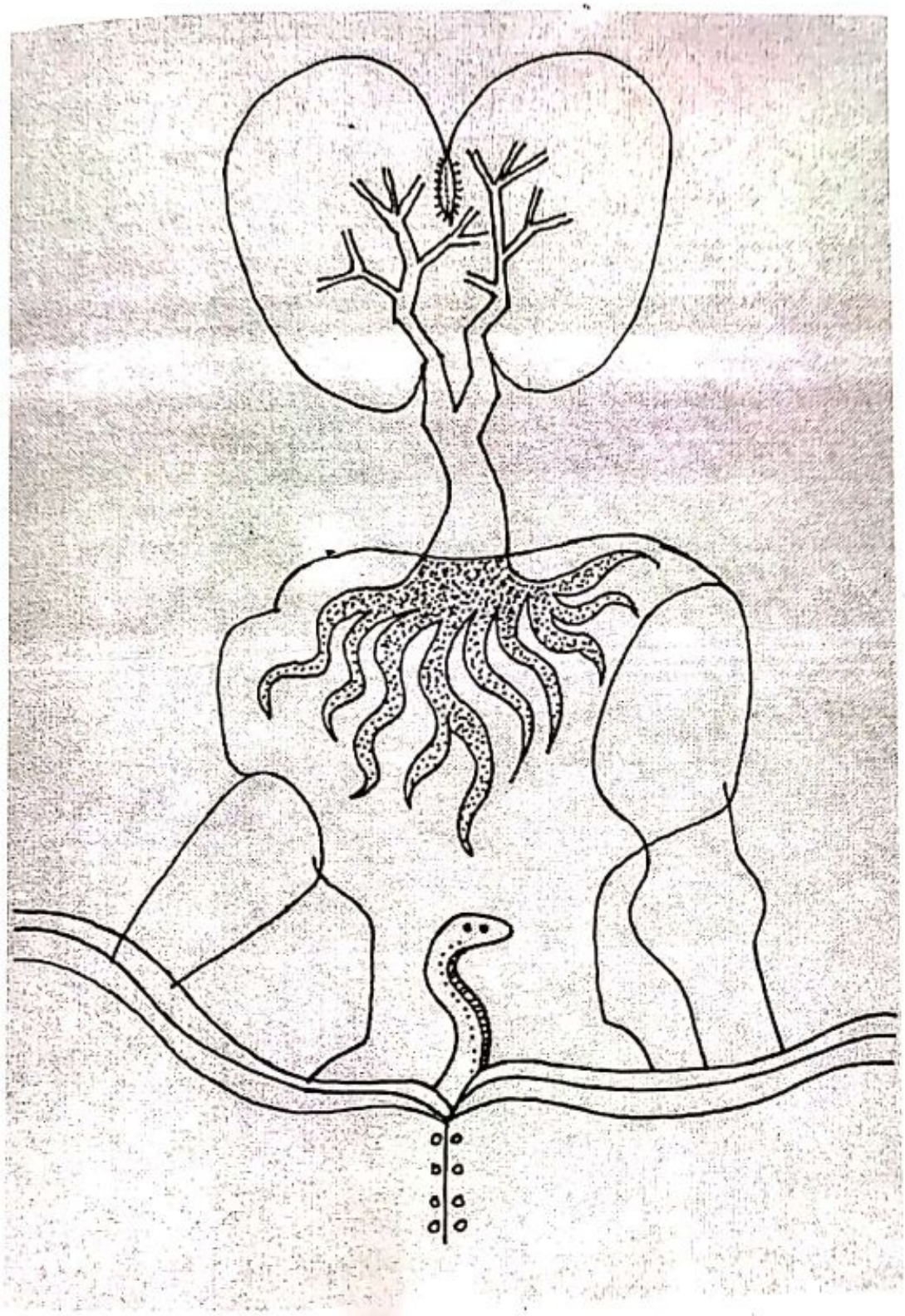

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

لوکل ٹرین: پانچ کہانیاں

چوتھی سیٹ کا مسافر

ایک شخص اپنا بایاں کندھا جھکائے چلا جا رہا تھا کہ دوسرے شخص نے اس سے پوچھا۔

''تم تو ہمیشہ سیدھے چلا کرتے تھے، گردن اونچی کر کے۔۔۔ پھر تمہیں یہ کیا ہو گیا کہ تمھارا ایک کندھا جھکا ہوا ہے''

وہ شخص بولا۔ ''میں چوتھی سیٹ کا مسافر ہوں نا، جب دیکھو مجھے لوکل ٹرین ہی میں نہیں ہر جگہ چوتھی سیٹ ہی ملتی ہے، میں کرجت سے سی ایس ٹی آتا ہوں، دادر کے بعد کہیں تیسری سیٹ نصیب ہوتی ہے۔

''تم کوشش کرو تو ونڈو سیٹ پا سکتے ہو''

''اب کیا کرنا ہے ونڈو سیٹ پا کے، عمر گزر گئی ہے، ریٹائرمینٹ کا وقت آ گیا، کوشش بہت کی۔۔ لیکن ہر آدمی کے لمیٹیشنس Limitations ہوتے ہیں''

ونڈو سیٹ والا تو کھڑکی کے باہر گزرتے مناظر دیکھتا رہتا ہے، کشمکش میں ہوتے ہیں، دوسری اور خاص طور پر تیسری سیٹ والا، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح ایک انچ کی جگہ بھی چوتھی سیٹ والے کو نہ ملے۔ اس دن میں ہمیشہ کی طرح چوتھی سیٹ پر بیٹھا تھا، میرا ایک چوتڑ، جیسا کہ ہوتا ہے سیٹ پر تھا تو دوسرا سیٹ کے باہر تھا۔ تیسری سیٹ والا دوسری سیٹ والے سے باتیں کرتے ہوئے دھیرے دھیرے مجھے دھکیل رہا تھا، زور لگا رہا تھا۔ میں کہیں سیٹ سے نیچے نہ گر پڑوں، اس لیے میں نے بھی زور لگانا شروع کیا، یہ ریٹاریٹی بہت دیر سے چل رہی تھی، جب زیادہ مشکل ہونے لگی تو میں نے سوچا کہ اسے سبق سکھاؤں۔ ریٹاریٹی میں، میں اچانک اُٹھ کھڑا ہوا اور تیسری سیٹ والا نیچے گر پڑا۔ اس نے سوچا نہیں تھا کہ میں ایسا کوئی پینترا چلوں گا۔ لوگوں کی سمجھ ہی میں نہ آیا کہ یہ شخص آخر بیٹھے بیٹھے کیسے گر گیا!

میں ٹرین سے اُترا تو کوئی دوسرا چوتھی سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر وہی کشمکش۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

شطرنج کے مہرے

لوکل کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ، دروازوں کے پیسج میں بھیڑ، چھت کے ہینڈلوں میں ہاتھ پھنسائے کھڑے لوگ، وہ تمام شطرنج کے مہرے تھے۔اپنے آپ وہ شطرنج کی بساط پر آگے پیچھے مہروں کی جگہ بدل رہے تھے۔چال تھی، گیم تھا۔اسٹیشن جب قریب آتا تو شطرنج کا کھیل تیز ہو جاتا۔۔۔

میں دروازے کے قریب اپنی جگہ چھوڑتا ہوں۔۔۔اگلا اسٹیشن میرا ہے، دو قدم بیچ میں آتا ہوں، ایک پیادے کی طرح، کونے میں کھڑا شخص ترچھے انداز میں میری جگہ پر جاتا ہے اونٹ کی طرح، اس کی جگہ اس کے پیچھے والا شخص لیتا ہے۔سیدھے بائیں طرف سرکتا ہے ہاتھی کی طرح۔۔۔اچانک ایک جینز والا نوجوان ڈھائی قدم چلتا ہے ہاتھی والے کی جگہ لیتا ہے، داہنی طرف دیکھتا ہے وزیر کی طرح۔ٹرین پلیٹ فارم پر آہستہ آہستہ رُک رہی ہے۔

میں اُترتا ہوں، کھل شروع ہے، ہر شخص اپنی چال چل رہا ہے۔

اس کھیل میں جسے ونڈو سیٹ ملتی ہے وہ جیت جاتا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چلتا پھرتا وید

لوکل ٹرین میں بھیڑ ہمیشہ کی طرح۔ایک آدمی اچانک بولنا شروع کرتا ہے۔

''کیا آپ میں سے کوئی دانتوں کی تکلیف سے پریشان ہے؟ دانت کا درد عام بات ہے، فکر مت کیجئے۔تھوڑی سی پسی ہوئی ہینگ دانتوں میں بھر لیجئے، دس پندرہ منٹ میں آرام ہو جائے گا۔کیا آپ میں سے کسی کو ڈائبیٹیس کی بیماری ہے؟ فکر مت کیجئے۔بڑی آسان دوا ہے۔کریلے کا رس نکال لیجئے، آدھا گلاس نہار مُنہ پی لیجئے۔۔۔بیماری کا کام تمام ہو جائے گا۔اب کیا تھا بھیڑ میں کئی لوگ اپنی اپنی بیماری کے لیے دوا پوچھنے لگے۔

۔۔۔ٹرین چلتی رہی، مسافر چڑھتے اُترتے رہے۔

کچھ لوگ اُس وید کو سچا وید سمجھ بیٹھے۔موقع دیکھ کر اُس نے نیچے رکھا اپنا بیگ کھولا اور کہنے لگا۔''ہر مرض کی دوا ہے میرے پاس، بس شک کی دوا نہیں ہے مگر میں بتاؤں گا تو آپ بھول جائیں گے، آپ لوگ لیڈروں کے ہتھکنڈے بھول جاتے ہیں، آپ سے وعدہ کر کے لیڈر اپنا وعدہ بھول جاتے ہیں۔اس لیے یہ کتاب رکھئے اس میں ہر مرض کی دوا ہے۔صرف دس روپئے۔۔۔دس روپئے۔

اور بڑی تیزی کے ساتھ اُس کی کتابیں فروخت ہو گئیں۔

اُسے کتابیں بیچنے کے لیے کسی کُتب میلے میں جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

صرف خواتین کے لئے

''آج میرے یار کی شادی ہے۔''

کورس میں عورتیں گا رہی ہیں، آواز میٹھی اور مدھر

یہ گروپ ڈومبی ولی سے چڑھتا ہے اور چھترپتی شیواجی ٹرمنس تک صرف گاتے رہنے والے اس گروپ کا ایک ایک ممبر اپنے اسٹیشن پر اترتا جاتا ہے۔ نئے ممبر جوائن ہوتے ہیں، گانا مسلسل شروع رہتا ہے۔ ''رات اکیلی ہے بجھ گئے دیئے'' صبح صبح فلمی گیت ''چھی'' کوئی بزرگ آواز آتی ہے۔ کل سے اس گروپ کے ساتھ نہیں بیٹھونگی روز کا عہد۔۔ لیکن وہی روٹن برقرار۔

''ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔''

دھڑ دھڑ دھڑ ٹرین تیزی سے منزل کی طرف۔۔ سہیلی کی گود میں رکھا ہوا چھوٹا سا کیک، اس پر جلتی موم بتی، پھونک مار کر بجھاتی ہے۔ ہاں برتھ ڈے پارٹی، وقت صبح سات بج کر ۴۰ منٹ!

''گھر میں بٹاٹے وڑے بنائے چٹنی بھی ہے۔''

''روز پانچ بجے اٹھتی ہوں، آج چار بجے اٹھی، سوچا سات چالیس کی ٹرین چوکنا نہیں چاہئے۔ دروازے کا ڈنڈا پکڑ کر کھڑی خاتون کہتی ہے ''پلیز اندر آجایئے۔ میں گر جاؤں گی۔'' دھڑ دھڑاتی لوکل دھڑ دھڑاتا دل آگے والی خاتون کہتی ہے ''یہ ممبئی ہے یہاں کوئی تجھے جگہ نہیں دینے والا، ہمت ہے تو مجھے دھکا مار اور اندر آ۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

آوازیں

ٹرین آ گی۔۔۔چڑھو جلدی۔۔۔اے دِل ہے مشکل جینا یہاں، ذرا ہٹ کے ذرا بچ کے یہ ہے بمبئی میری جان۔ارے ارے میرا پیر۔۔۔ساری۔۔۔بھیڑ کتنی ہے باپ رے۔۔۔یہ تو کچھ نہیں ،ابھی ملنڈ اور گھاٹ کوپر آنے دے ۔۔پھر دیکھنا۔۔تھوڑا آگے چلو نا پلیز۔۔۔عادت ڈال لے بچّو۔۔۔یہ روز کی بات ہے۔یہ لوگ پتّے کھیل رہے ہیں۔ان کا گروپ ہے بول کے فائدہ نہیں۔

آج تو بیٹھنے کا چانس نہیں، تو کیا روز اسی طرح کھڑے کھڑے دادر تک جاتے ہو؟

نہیں اپنا بھی گروپ ہے، تھوڑا تھوڑا سبھی بیٹھ لیتے ہیں۔اور جس کا گروپ نہیں ہے وہ؟

تیری طرح دھکّے کھاتے ہیں۔پھر گاڑی رُکتی ہے۔لوگ چڑھتے ہیں اور دھکّے دیتے ہیں، پڑھے لکھے لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جیسے جانور ہیں۔۔۔اے کیا بولا رے؟

کچھ نہین۔۔۔جانور کس کو بولا۔۔۔چھوڑ یار۔۔۔دانت توڑ کے ہاتھ میں دے دے گا۔۔۔بابا اپنا کوئی گروپ نہیں ہے۔کان کے نیچے مت بجاؤ، اے کمار کیا ہوا رے، دیکھ نا سالا، گاڑی میں شانا آئیلا ہے۔

اے ٹھیک سے کھڑے رہ۔۔۔سونے بھی نہیں دیتے۔۔۔کہاں پہنچی گاڑی؟

بھانڈوپ! ذرا دیکھ کے بتانا۔۔۔دیکھنا کیا ہے؟ سونگھ کر بتاتا ہوں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اے سالے ایسی باس تو اب بمبئی میں ہر جگہ آتی ہے۔آتی ہوگی ،لیکن اس نے کافی اسٹڈی کی ہے۔بھانڈوپ کی باس الگ؟چیمبور کی الگ؟ کیوں ایسا ہی ہے۔جب لوگ سانس روک لیں تو سمجھ لو سائن آ گیا،ناک پر رومال رکھ لو تو سمجھو کر لا،کتنی بدبو۔۔۔۔چھی۔۔۔ہم کو عادت ہوگئی ہے۔لیکن یہ باس خطرناک ہے، یہاں پر زہر ہی زہر ہے، فیکٹریوں کا دھواں، کیمیکلز فرٹی لائزر اتنی ساری گاڑیاں، آوازیں۔۔شور شرابہ، کاربن مونو آکسائیڈ، گندگی اور ہر طرف بھرشٹا چار۔سورت کو کلین سٹی کا ایوارڈ ملا ہے۔اس میں کیا ہے، اپنی ممبئی کو بھی ملے گا، کچرا سٹی ایوارڈ۔۔۔۔سب ہنستے ہیں۔ارے میرا پاؤں، ارے میرا ہاتھ، ارے میری گردن، باپ رے، بھیّا آگے چلو نا! اے بھاشن بند کر، نہیں تو لگائے گا ایک ٹپلی۔۔۔اے دادر آیا دادر آیا۔۔۔چلو اُترو۔۔چلو چلو۔۔ارے مجھے مت اُتارو، مجھے آگے جانا ہے۔۔۔اُف اُتار دیا سالوں نے!

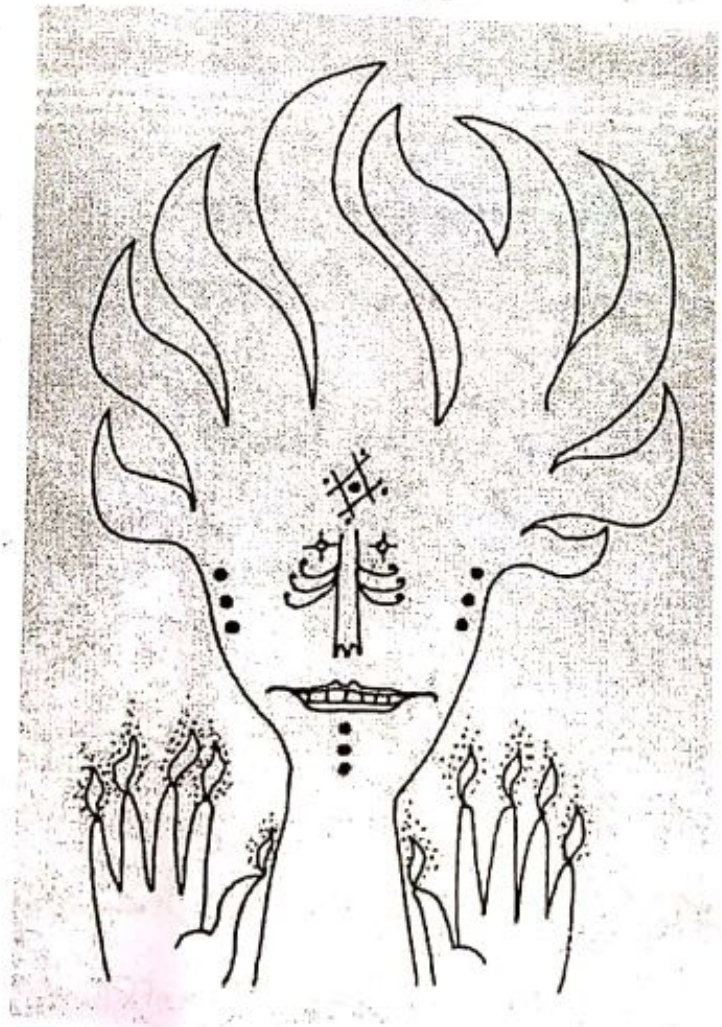

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اشوک

اشوک کے کپڑے سادہ ہوتے تھے لیکن دھلے دھلائے۔ایک بار میں نے اس سے پوچھا کہ تم نہاتے کہاں ہو کپڑے کہاں دھوتے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ وہ سارو جنک باتھ روم کا استعمال کرتا ہے میں نے کئی بار روپیوں پیسوں سے اس کی مدد کرنی چاہی لیکن اس نے مجھ سے پیسے نہیں لئے۔اشوک خود پیسے کما بھی رہا تھا اور پڑھ بھی رہا تھا اس نے مجھ سے کہا کہ میں اسے بچوں کی ٹیوشن دلا دوں۔اب میں اور وہ بی اے کے دوسرے سال میں تھے۔ایک دن وہ بڑا خوش تھا میں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ وہ گوونڈی میں ایک دوست کے کمرے میں رہنے لگا ہے اور ایس ایس سی کے دو بچوں کو ٹیوشن بھی دیتا ہے۔نیز کتاب کی دوکان کے مالک نے اس کے کام سے خوش ہو کر اس کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا ہے۔مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ پھر وہ دن آیا جب اشوک نے بی اے کر لیا۔اس نے پہلے پرائیویٹ جاب کیا پھر سرکاری نوکری کے لئے جدوجہد کرنے لگا۔وقت گزرتا رہا،اب اس سے میری ملاقات کم ہوتی تھی۔میں نے نوکری اور بزنس کے لئے کئی پاپڑ بیلے ، بہت جدوجہد کی لیکن کچھ نہ ہو پایا۔ایک دن شام کے وقت میں والد کی پان بیڑی کی دوکان پر بیٹھا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے آیا اور خوش خبری سنائی کہ اسے پورٹ ٹرسٹ میں کلرک کا جاب مل گیا ہے۔وہ میرے لئے مٹھائی بھی لایا تھا۔میں نے اسے مبارک باد دی۔پھر چھ ماہ بعد اس کی شادی ہو گئی اور پورٹ ٹرسٹ کالونی میں اسے رہنے کے لئے کوارٹر مل گیا۔اس کی تمام جدوجہد کا میں گواہ تھا۔چھ ماہ پہلے وہ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

مجھ سے ملا تو میں نے پوچھا ''خیرت تو ہے کیا جدوجہد ختم ہوئی'' اس نے ''یار جدوجہد ہی تو زندگی ہے۔ میں نوکری کے علاوہ کسی اچھے بزنس کی تلاش میں ہوں''۔ آج بہت دنوں سے اشوک مجھے نہیں ملا ہے لیکن میں سوچتا ہوں وہ چین سے نہیں بیٹھا ہوگا۔

کامیابی کی اونچی چوٹی کی تلاش میں اسٹرگل کر رہا ہوگا۔ مجھے بیٹھے بٹھائے سیاست کا شوق چرایا تو میں نے ایک پارٹی جوائن کر لی اس پارٹی نے پرانتوں کے خلاف آندولن چھیڑ دیا۔ جب ہم دادر ریلوے اسٹیشن پر یوپی کے ٹیکسی ڈرائیوروں کو مار رہے تھے ان کی ٹیکسیاں توڑ رہے تھے تو اچانک مجھے اشوک دکھائی دیا وہ اسٹیشن کے گیٹ سے باہر نکل کر سڑک پر آ رہا تھا، اس نے بہترین کپڑے پہنے ہوئے تھے اس کے ہاتھ میں ایگزیکیوٹیو بیگ تھا، اس کے چہرے پر وجاہت تھی وقار تھا، وہ پورے اعتماد سے چل رہا تھا۔ تبھی میں نے اپنے آپ کو بہت چھوٹا محسوس کیا اور بھومی پتر ہونے کے ناطے میرے اندر اشوک سے حسد کی چنگاری پھوٹی جو جلد ہی شعلہ بن گئی۔ اب میں اور میرے مشتعل ساتھی اشوک کو بے تحاشا پیٹنے لگے۔ اس کا بیگ چھین لیا، بیگ سے کھانے کا ڈبہ گر پڑا ڈبہ کھل گیا اس میں دو روٹیاں تھیں جو ہمارا منہ چڑھا رہی تھیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

آگہی

مجھے اپنی سائیکل پر بڑا ناز ہے۔ میں شہر میں دور دور تک بھیڑ بھرے راستوں پر اسی سائیکل سے جاتا ہوں۔ میری سائیکل میں گھنٹی نہیں بجتی لیکن جہاں چاہتا ہوں جب چاہتا ہوں بریک لگا کر سائیکل روک لیتا ہوں۔

ایک دن کیا ہوا کہ میں ایک دوست کے گھر گیا۔

دوست نے میری سائیکل دیکھ کر کہا۔

''کیسے تو اس سائیکل کو چلاتا ہے، پتہ نہیں۔

''کیوں کیا ہوا؟''

''ارے اس میں تو بریک ہی نہیں ہے۔''

یہ میرے لئے انکشاف تھا اور لوٹتے ہوئے جب میں ایک سڑک سے گزر رہا تھا تو سامنے اچانک ٹرک آ گیا۔ میری سائیکل کا ہینڈل ڈگمگایا اور سائیکل سڑک کے نیچے ڈھلان میں اتر کر ایک درخت سے ٹکرا گئی۔ درخت کے پیچھے ایک عورت اپنا کاٹشا کس رہی تھی وہ مجھ پر جھلا کر گالیاں بکنے لگی ''میلیا! تلا آئی بہن آ ہے کا ناہی!''

میں حیران ہوں کہ حادثہ کیسے ہو گیا جبکہ سڑک سنسان تھی۔ لیکن بریک کیوں نہ لگا!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

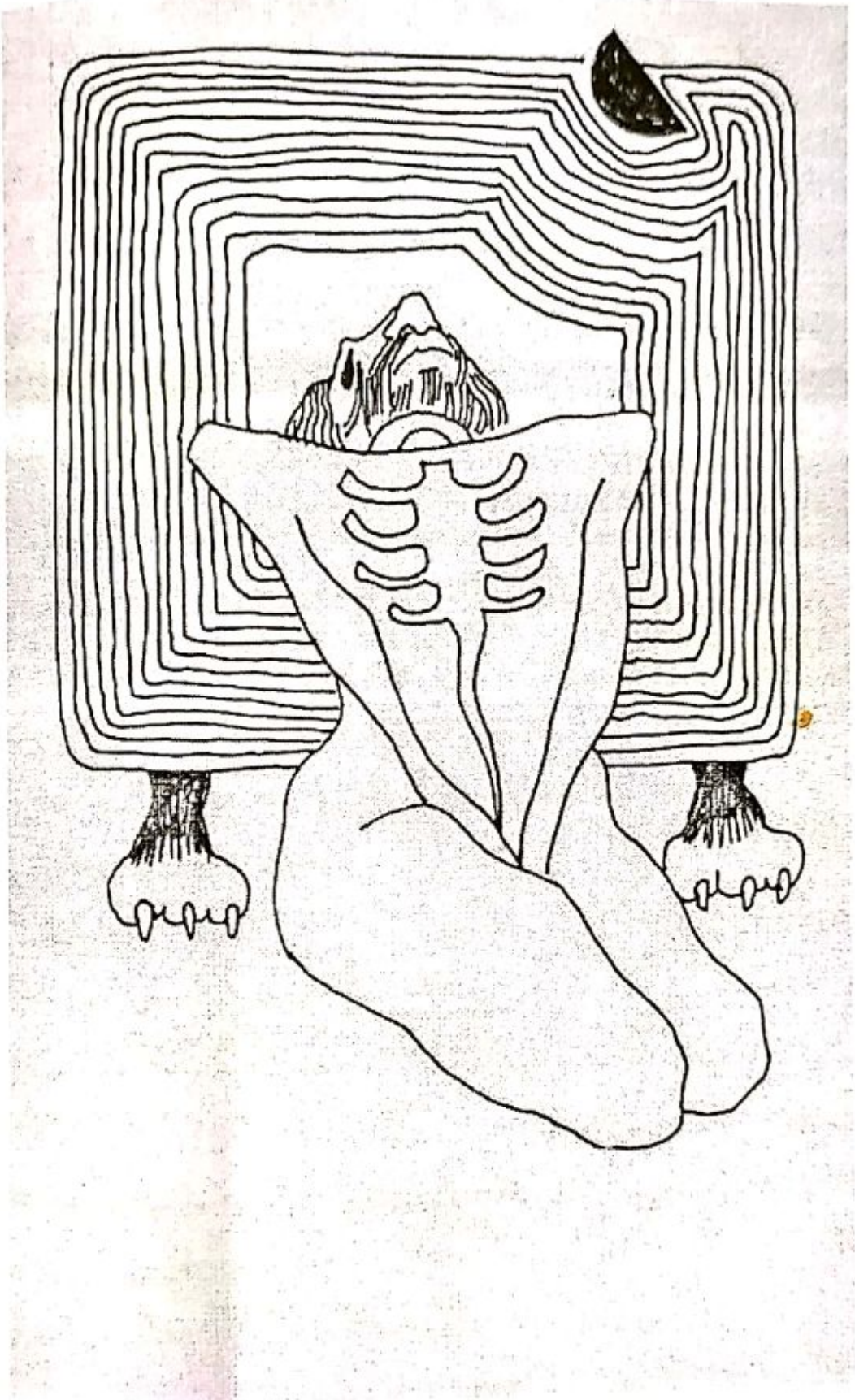

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

میل کا پتھر

ایک رئیس زادہ اپنے خاندان کے ساتھ کار میں کہیں جا رہا تھا۔ ایک جگہ وہ راہ بھول گیا۔ انجان سڑک سے گزرتے ہوئے اسے ایک لڑکا نظر آیا جو سڑک کنارے کھڑا تھا۔ رئیس زادے نے کار روکی اور لڑکے کو آواز دی۔

لڑکا قریب آیا تو اس نے پوچھا "یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا "مجھے نہیں معلوم۔"

"اور دو فرلانگ پہلے تالاب کے کنارے والا راستہ کہاں جاتا ہے۔؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" لڑکے نے پھر بڑی بے دلی سے جواب دیا۔

رئیس زادہ غصہ ہوا بولا "یعنی تو پتھر ہے کہ تجھے کچھ معلوم نہیں۔"

کار میں بیٹھی خوبصورت لڑکی نے کہا "ہاں! بالکل ٹھیک! پتھر۔ میل کا پتھر بھی نہیں کہ کچھ تو اندازہ ہوتا!"

لڑکے نے دونوں کی طرف حقارت سے دیکھ کر کہا "ہاں! ہوں میں پتھر ہی۔ مگر تمہاری طرح راستہ نہیں بھولا ہوں۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دیو اور طوطے

لاکھ مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے راجکمار سیکولر ملک کی راجکماری کو فرقہ واریت کے دیو کی قید سے نجات دلانے پہنچا۔ راجکماری سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی۔

''بتاؤ! جلد بتاؤ میری لاڈو دیو کی جان کس طوطے میں ہے اور پنجرہ کہاں ہے؟''

''میرے راجکمار، اگر یہ بتانا اتنا ہی آسان ہوتا تو کیا میں اکیلے ہی اسے مار نہ ڈالتی، میں کہ جو ڈوکرائے کی ماہر۔ مگر یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ آج دیو کی جان ایک طوطے میں نہیں بلکہ ہزار طوطوں میں قید ہے اور کیا پتہ ان طوطوں میں کتنے اصل ہیں اور کتنے ڈمی!'' ''چلو۔۔ دونوں مل کر طوطوں کا خاتمہ کریں، تب تو دیو مر جائے گا اور تم آزاد ہو جاؤ گی۔''

''لیکن ایک دیو کو مارنے سے میں کہیں اور زیادہ مصیبت میں نہ گھر جاؤں۔ پتہ نہیں ایسے کتنے دیوا اور ہوں گے جن کی قید میں، میں ہوں! اور پھر جتنے دیوا تنے طوطے! کہاں تک مارو گے زندگی تو چار دن کی ہے۔ اور سوچو اگر یہ معرکہ سر کر بھی لیا تو اس کا کیا ثبوت کہ تمام طوطے واقعی ختم ہو گئے!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ایک تھے مولوی صاب

ایک شادی شدہ آدمی مولوی صاحب کی لڑکی پر جی جان سے مرمٹا۔ وہ ایک دن مولوی صاحب کے پاس آیا اور یوں بات شروع کی۔ ''قبلہ میری ایک ہی بیوی ہے اور اسے بھی کینسر ہو گیا۔''

مولوی صاحب نے داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا'' کینسر اگر پہلے اسٹیج پر پتہ چل جائے تو قابل علاج ہوتا ہے۔''

آدمی نے کہا'' کیا کروں، فائنل اسٹیج پر پتہ چلا۔''

''خیر۔'' مولوی صاحب نے کہا'' اگر اسے کینسر نہ بھی ہوتا تو برخوردار تم دوسری شادی کر سکتے ہو۔ اور اگر خدانہ خواستہ وہ بھی کینسر سے بچ گئی تو جاں نثار تم تیسری شادی بھی کر سکتے ہو اور اگر میاں اسے بھی۔۔ انہوں نے پان کا پیک اوگالدان میں تھوک دیا۔ پھر انہوں نے رومال سے منہ پونچھ کر کہا'' لیکن میاں اگر تم خان کی لڑکی سے شادی کرو تو اسے خانم کہنا اور اگر بیگ کی لڑکی سے شادی کرو تو اسے بیگم کہنا ٹھیک ہے''

آدمی نے گرم لوہے پر ہتھوڑا چلایا۔ ہتھوڑا اگر مولوی صاحب کے لئے گھن بھی ثابت ہوا تو حرج نہیں۔

آدمی نے کہا'' کیا کہتے ہیں اس بارے میں علمائے دین۔''

''کس بارے میں''۔ مولوی صاحب کے منہ سے نکلا۔

''اگر میں اپنی شادی آپ کی لڑکی سے کروں تو؟'' مولوی صاحب پہلے جز بز ہوئے، پہلو بدلا، پھر غصہ ہوئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے'' بدمعاش نکل جا میرے گھر سے، حرام خور میری لڑکی کو سوتن بنانا چاہتا ہے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

جب منّا نے کہانی سننے سے انکار کر دیا

رات برسات ہوئی زوروں کی برسات۔ کوے کا گھر نمک کا تھا بہہ گیا۔ وہ موم کے گھر میں رہنے والی چڑیا کے پاس آسرا پانے آیا۔

''چڑیا بہن میں شرابور ہو گیا ہوں، برسات میں میرا گھر بہہ گیا ہے۔ میں لگاتار پانی میں بھیگتا رہوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا، مجھے بخار آ جائے گا، سن رہی ہو، بہن، دروازہ کھولنا۔''

چڑیا اپنے بچے کو نہلا رہی تھی اس نے بڑے ٹھسکے کے ساتھ کہا۔

''رک رک مجھے بچے کو نہلانے دے۔''

''چڑیا بہن دروازہ کھولو نا۔''

''ٹھہر ٹھہر مجھے بچے کا بدن پونچھنے دے۔''

''چڑیا بہن مجھے بخار آ جائے گا۔''

''صبر کر مجھے بچے کی آنکھ میں کاجل لگانے دے، بدن پر پاؤڈر چھڑکنے دے۔''

کہانی شروع تھی، کام کاجی ماں اپنے بچے کو کوے اور چڑیا کی کہانی سنا رہے تھی، بس اب دو چار لقمے رہ گئے ہیں میرے راجہ کھالے۔''

کام کاجی ماں کو آفس بھی جانا تھا، روز آفس میں وہ لیٹ ہو رہی تھی۔ اسے گود کے بچے کو کہانی سنا کر کھانا کھلانا تھا۔ دوسری بچی کا ٹفن تیار کرنا تھا۔

''اے چل، منہ کھول۔''

''کہانی شروع تھی۔ ہاں تو پھر کوا چڑیا سے بولا ''چڑیا بہن بھیگ رہا ہوں۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چڑیا بولی ''میں بچے کو کھانا کھلا رہی ہوں، دو لقمے باقی رہ گئے ہیں ذرا صبر کر۔''

تبھی گود کا بچہ بولا ''بس ممی، بہت ہو گیا، یہ کہانی بند کرو، میں نہیں سنوں گا۔''

کام کاجی ماں چونک گئی۔ ''یہ تجھے اچانک کیا ہوا۔''

چل چل جلدی، تو گڈ بوائے ہے نا۔

لیکن منا نے آخری دو لقمے نہیں کھائے، کھانا چھوڑ دیا، ماں نے سرد آہ بھری اور سوچا، منا پیٹ بھر کر کھائے گا تبھی میرا دل آفس میں لگے گا۔ ماں نے کھڑکی سے باہر دیکھا، برسات کے دن تھے، کل لیٹ مارک ہوا تھا، اس کے منہ سے نکلا۔ اوہ مائی گاڈ، سوا دس بج گئے۔''

منا بیٹا منہ کھول، یہ کہانی سن، ارے مست کہانی ہے۔ میری ماں نے مجھے بچپن میں یہی کہانی سنائی تھی۔

ڈیڑی کی ممی نے بھی یہی کہانی سنائی تھی۔ اب چل، جلدی سے تو گڈ بوائے ہے نا؟

''جو چڑیا اپنے کوّے دوست کو برسات میں بھیگنے دیتی ہے اس کی مدد نہیں کرتی بلکہ اس مقصد سے جلدی دروازہ نہیں کھولتی کہ وہ بارش میں بھیگ کر بیمار ہو جائے، اسے بخار آ جائے، ایسی کہانی میں نہیں سنوں گا، کہانی بند کرو۔

کام کاجی ماں منا کا اتنا لمبا ڈائیلاگ سن کر چکرائی، ماں نے منے سے بڑی پنکی کی طرف دیکھا تو وہ بولی ممی ٹھیک کہہ رہا ہے وہ چڑیا ایسا کیوں کرتی ہے؟ کیا کوا ویلن ہے؟ بچا ہوا کھانا چھوڑ کر منا اور پنکی کو دوڑتی بھگاتی، کھانے کا ٹفن سنبھالتی وہ پالنا گھر پہنچی۔ منے کو وہاں چھوڑا، پنکی کو اسکول بس میں بٹھایا، دونوں کو ٹاٹا بائے کہا، جب دونوں کو چھوڑ کر وہ اپنے آفس جانے کے لئے نکلی تو شدت سے یہ احساس ہوا کہ وہ اپنے بچوں کو کیا سکھا رہی ہے وہ اپنے بچوں کو ایسی کہانی کیوں سنا رہی ہے۔

کیا وہ بچوں کو یہی سکھا رہی ہے کہ پڑوسی کو پانی میں بھیگنے دیں۔ پہلے اپنا کام کریں بعد میں دروازہ کھولیں۔ آفس جانے کے لئے وہ لوکل ٹرین میں بیٹھی۔ سبھی عورتیں اس کی طرح بھاگ دوڑ میں تھیں، سبھی کو آفس میں پہنچنے کی جلدی تھی۔ وہ سوچنے لگی اپنی مصروفیات میں وہ یہ بھی بھول گئی تھی کہ بچے اس کہانی سے کیا اثر لے رہے ہیں! بچوں کو اپنے سوالوں کا جواب چاہیے۔ وہ کہانی کے انجام کی تلاش میں دن بھر رہی۔ رات میں جب گھر لوٹ رہی تھی تو اس نے اپنے آس پاس عورتوں کو جلد بازی میں بھاگ دوڑ کرتے دیکھا۔ اس کے ذہن میں یہ سوال آیا کہ واقعی کیا یہ عورتیں جانتی ہیں کہ چڑیا اور کوّے کی کہانی کا انجام کیا ہونا چاہیے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ہٹلر

برسر اقتدار ہٹلر نے حکم دیا۔ ملک کے تمام مرغوں کو ذبح کر ڈالو تا کہ وہ بانگ دے کر طلوع آفتاب کی خبر نہ دے سکیں اور ظلم کی رات کبھی ختم نہ ہو تا کہ راحتوں کی صبح کبھی نہ آئے۔

بس پھر کیا تھا جتنے بھی مرغے موجود تھے انھیں ذبح کر دیا گیا پھر تلاش شروع کی گئی کونا کھدرا کھنگال ڈالا گیا اور جو چھپے ہوئے تھے انھیں بھی مار ڈالا گیا۔ اس طرح ہٹلر نے پورا بندوبست کر لیا کہ انقلابی صبح کبھی نمودار نہ ہو اور ظلم و ستم کی رات طویل تر ہو جائے۔ ہٹلر رات بھر جشن مناتا رہا۔

لیکن صبح ہو کر رہی کہیں دور ایک مرغ ذبح ہونے سے رہ گیا تھا وہ مرغ شاید ہٹلر کے لاشعور میں کہیں چھپا تھا اور بانگ دے رہا تھا۔

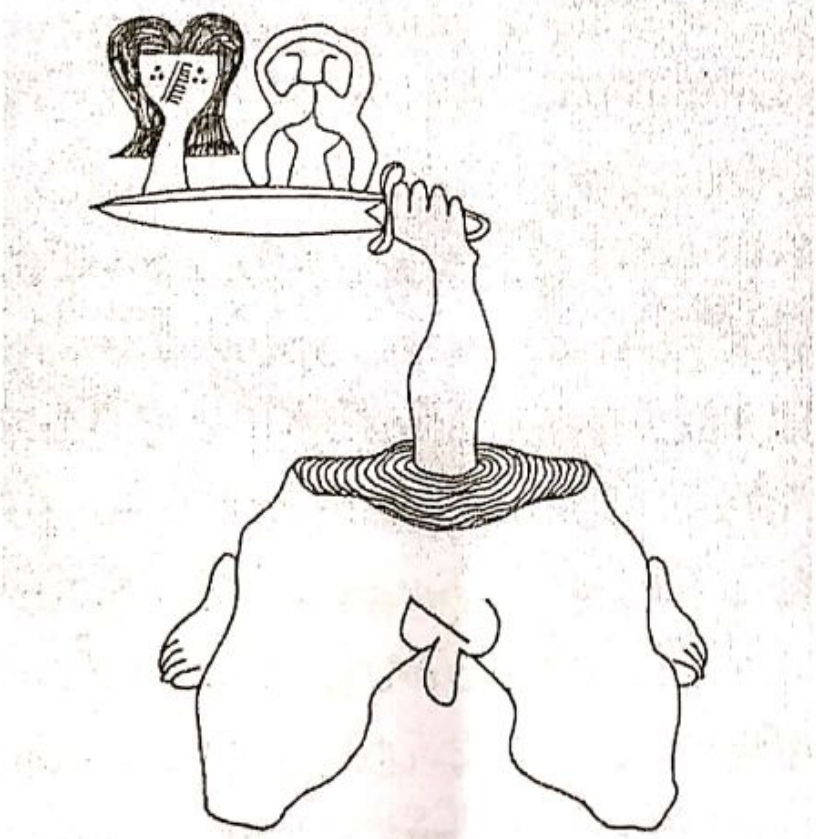

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

جنگل

ندی ہر سال تباہی مچاتی ہے دو چار گاؤں تو اس کے پیٹ میں جانا ہی ہے مکان ڈھہ گیا، زمین گئی، کیا کھائیں؟ کہاں رہیں؟ پھر لوگ آتے ہیں زمینداروں اور ساہوکاروں کے مضبوط دروازوں پر۔ اور پھر شروع ہوتا ہے استحصال، عصمت دری، بے کاری، وصولی کا کھیل۔

بعد میں کسانوں کے لڑکے سوچتے ہیں کہ یہ ساہوکار تو ہمارے بل پر عیش کر رہے ہیں تو ہم خود کیوں نہ کریں، پھر شروع ہوتی ہے ڈاکہ زنی۔ چھپ چھپ کر، کبھی کھلے میں کسی لیڈر کے لئے چندہ وصولی، پارٹی فنڈ، بوتھ کیپچرنگ۔

کلیکٹر نے ڈاکوؤں کے لئے خود سپردگی کا اعلان کرایا۔ ایک ڈاکو سینہ تانے اس کے پاس آیا ''میری بھتیجی کو سانپ نے ڈسا، بھیا کو آپ نے ڈسا، بیوی کو کسی عورت بیچنے والے نے ۔ اب سارا کچھ چھین گیا ہے، قسمت نے مجھے ڈاکو بنا دیا ہے، خود سپردگی کیسی؟

اس نے جاتے ہوئے کلیکٹر سے کہا: ''میرے اندر کا جنگل گھنا ہوتا جا رہا ہے دن بہ دن۔ آیئے گا وہیں کہیں آپ سے ملاقات ہوگی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ناقد کا جواب

دوپہر کا وقت تھا۔ حلوائی دکان کے پیچھے سویا تھا، دکان پر اس نے اپنے چھوٹے دس سالہ لڑکے کو بٹھا رکھا تھا۔

ایک گاہک آیا اس نے پوچھا ''پیڑھا کیا بھاؤ؟'' بچے نے بھاؤ بتا دیا۔

گاہک نے کہا ''ٹھیک ہے'' سیر بھر تول دو، بچے نے تول دیا، اس دوران گاہک نے پیڑھا توڑ کر کھایا اور منہ بنایا۔ ''پیڑھا اچھا نہیں ہے، اس میں شکر بہت ہے، ایسا کرو، پیڑھے کے بدلے بُندی دے دو، بُندی کیا بھاؤ؟

لڑکے نے بندی تول دی، گاہک نے ذرا سی بندی پھانکی اور منہ ٹیڑھا بنا کر بولا ''رُکو رُکو۔ یہ تو کھٹی ہے یار! ایسا کرو بندی کے بدلے برفی دے دو، برفی کیا بھاؤ وہ برفی لے کر بنا پیسے دیئے جانے لگا۔ لڑکے نے ٹوکا ''پیسہ!'' گاہک بولا ''کس بات کا پیسہ'' لڑکے نے کہا ''برفی کا'' اس نے کہا ''برفی تو میں نے بندی کے بدلے لی تھی۔'' لڑکا بولا ''تو پھر بندی کے پیسے دے دیجئے اس نے کہا: لیکن بندی تو میں نے پیڑھے کے بدلے لی تھی، لڑکا بولا تو پیڑھے کے پیسے دیجئے۔ تب گاہک کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اس نے کہا ''مگر پیڑھے میں نے کہاں لئے یار؟ میں نے تو برفی لی ہے۔!''

کسی ناقد سے پوچھیں کہ ایسا تبصرہ آپ نے میری کہانی کے بارے میں کیوں لکھا آپ کی دلیل کیا ہے؟ تو زیادہ تر ان کا جواب کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

لڑکی ایک آٹے کا پیڑا

"آٹے کا پیڑا ہے لڑکی
کہاں چھپاؤں
دروازے پر کتا کھڑا ہے
گھر کے اندر اِتا موٹا چوہا گھوم رہا ہے
وہ آٹے کے پیڑے کو
اپنے بل میں دڑپ لے گا
کھائے گا دن رات
گھر کے اندر چوہا
گھر کے باہر کتا"

(خطہ برار کا ایک لوک گیت)

روشنی اس کا نام تھا۔ وہ اندھیروں میں رہتی تھی لیکن اندھیرے اتنے ڈھیٹ تھے کہ چھٹکنے کا نام نہ لیتے تھے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دروازے کے قریب چھت سے لگے پنجرے میں بند، رٹو طوطا کلمے پڑھتا تھا۔ روشنی کی ماں کے لئے وہ مولوی صاحب تھا۔ گھر کے باہر رات دن ایک کتا پڑا رہتا جو باہر کی بجائے اندر زیادہ بھونکتا تھا۔ روشنی تو آٹے کا پیڑا ہے۔ کتے سے اسے خطرہ ہے، اندر دیواروں سے لگ کر اتنا بڑا چوہا گشت کر رہا ہے۔ وہ روشنی کو اغوا کر کے اپنے بل میں لے جانا چاہتا ہے اور رات دن اسے کھا کر انسانوں کی طرح ڈکار لینا چاہتا ہے۔

ماموں کا لڑکا اندر بیٹھا ہے۔ روشنی چولہے کے پاس ہے۔ وہ کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا ہے۔ وہ ذرا ہوا کے رخ پر دروازے کے باہر کھڑی ہوئی کہ نکڑ کے ناکارہ لڑکوں کی نگاہوں کے تیر چلنے لگتے ہیں۔

وہ کہاں جائے؟

روشنی کی ماں پریشان ہے۔ بلی آنکھیں بند کر کے رکابی میں دودھ پی رہی ہے۔ کتا ہڈی چھچھوڑ رہا ہے۔ آنگن میں امرود کے درخت پر گلہری چڑھتی اترتی ہے۔

روشنی۔۔۔ گلاب کی اس کلی سے بھی زیادہ معصوم اور لطیف تھی جس کو تتلی کے ہونٹوں نے بھی نہیں چھوا تھا۔ سوتے جاگتے محسوس کرتی بلکہ کیف و نمو کا ایک طوفان اس کی طرف تیزی سے بڑھتا آ رہا ہے اور وہ کچھ سے کچھ ہوتی جا رہی ہے۔ کنواری امنگیں اس کے دل کے بربط کو چھیڑتی ہیں۔ وہ تبدیلیوں کو چھپانے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب مرد سے متعلق سوچتی تو ایک خاص قسم کی گدگدی اپنے اندر محسوس کرتی۔ ایک لطیف سی خلش تھی۔ کبھی کبھی جب وہ تصورات سے ہم کلام ہوتی اور جذبات سے مغلوب ہو جاتی تو اس کے نتھنوں سے گرم گرم سانسیں نکلنے لگتیں اور ماتھا نم ہو جاتا۔ اس کے جذبات کا ساز خاموش رہتا لیکن مضراب کی ایک جنبش سے جیسے طوفان آ جاتا۔ اس کے وجود سے ایک بھینی بھینی خوشبو آتی، اس کے کپڑے بہت جلد ملگجے ہو جاتے۔ بے وجہ مسکراتی، بے وجہ رنجیدہ ہو جاتی۔

چوہا گھومتا رہا۔

کتا زبان لپلپاتا، رال ٹپکاتا کھڑا رہا۔

ماں گھر کے اندر آئی بازار سے سودا سلف لے کر۔ دھن سے نیچے بیٹھ گئی۔ روشنی نے پانی کا گلاس اسے دیا۔ ماں غٹا غٹ پانی پی گئی۔ چولہے کی طرف دیکھا۔

''تو نے ابھی تک چاول نہیں چڑھائی، یا میرے مولا!''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

روشنی کی عمر زیادہ نہیں تھی مگر وہ بہت جلد بھک گئی تھی، ماں نے دیکھا، روشنی گھبرائی ہوئی سی ہے۔اس نے پوچھا۔

''کیا بات ہے پسینہ پسینہ ہو رہی ہے؟''

روشنی بولی''ماں! میں کپڑے بدل رہی تھی۔''

''تو کیا ہوا؟''ماں نے پوچھا۔

''مجھے شرم آتی ہے۔''

''ماں سے بتانے میں شرم کیسی؟ ماں سے بتانے میں شرم مت کر، میں تو تیری سہیلی ہوں کوئی بات مجھ سے چھپا مت، اور ہاں دوسرا ڈاکٹر سے بھی کوئی شرم مت کر۔لیکن صرف لیڈی ڈاکٹر سے، سمجھی؟''

''ہاں، سمجھ گئی ماں''

''تو پھر بتا''

''میں نے دیکھا، پہلی بار دیکھا کہ میرا بدن وہ نہیں جو کل تھا۔مطلب کل ایسا نہیں تھا؟ جو آج ہے۔۔۔تو میں ایک دم گھبرا گئی۔''

''پھر؟''

''میں گھبرا گئی کہ میں تو آٹے کا پیڑا تھی، مٹی کا لوندا تھی، کون مجھے مورت میں ڈھال رہا ہے، ماں یہ کام راتوں رات ہوتا ہے، ماں اور یہ کام مجھے بتائے بغیر ہوتا ہے۔''

''بس اتنی سی بات سے گھبرا گئی؟''

''یہ اتنی سی بات ہے، میرے کپڑوں کے اندر ہی مجھے کون ڈھال رہا ہے ماں؟''

''قدرت! بیٹی یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔''

''میں تو کوس رہی تھی ماموں کے مدیا کو، اس کی نظر اچھی نہیں ماں۔''

''چھوڑ اس کی بات، وہ آوارہ ہے۔''

''لیکن ماں میں نے آج کپڑے بدلے تو میری نظر گئی۔۔''

ماں اپنی بیٹی کے بھول پن پر مسکرائی۔ بیٹی کے بدن میں نت نئے قوسین اور ابھار محسوس کر کے ماں نے اسے گلے سے لگا لیا اور بولی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

''بیٹی کپڑے بدلتے وقت پورے کپڑے مت اتارنا۔ایک ایک اتار کر بدلنا۔اپنا ستر اپن کو بھی نہیں دیکھنا چاہیے، گناہ ہوتا ہے۔''

روشنی نے دونوں ہتھیلیاں گالوں پر تھپتھپا کر توبہ توبہ کی اور چاول چڑھانے چلی گئی۔اس کی حالت پر ماں بدبدائی، اور کچھ پڑھ کر پھونک دیا۔

ماں نے محسوس کیا کہ لڑکی بہک رہی ہے۔

اس نے چوہے کے بل میں آدھی اینٹ کا ٹکڑا ڈال کر بٹے سے ٹھونک دیا۔باہر چوکھٹ پر بیٹھے کتے کو ڈنڈے سے مارا، وہ کیاؤں کیاؤں کرتا دور بھاگ گیا۔ماں نے پھر دروازے کی زنجیر چیک کی، دروازے کا کونڈا چیک کیا، تالا تلاش کر کے دروازے کے قریب کے پٹرے پر رکھا۔تالے کے سوراخ میں کھوپڑے کا تیل ڈالا اور چابی سے زور لگا کر دو چار مرتبہ گھمایا۔کھولا، بند کیا۔۔ماں نے لڑکی کو اپنے تین تین گھیروں والی سیکیوریٹی دے دی۔پلنگ پر ذرا کمر سیدھی کرنے لیٹی تو آنکھ لگ گئی اور وہ خراٹے لینے لگی۔لیکن پھر اچانک جاگ کر اٹھ بیٹھی۔اسے خدشہ ہے کہ اتنی زبردست سیکیوریٹی کے بعد بھی اگر بم دھماکہ ہو جائے تو وہ کیا کرے گی؟

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

جانور

کوئی بھی کسی کو مارنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ آپس میں گھل مل کر رہتے تھے۔ لیکن ان کے اندر جو جانور چھپا تھا وہ خون کا پیاسا ہو رہا تھا قتل کو جسٹی فائی کرنے کے لئے وہ مار کاٹ کر رہے تھے۔ ایک غریب لاغر چار پہیہ گاڑی ڈھکیلتا چلا جا رہا تھا کہ فسادیوں نے اسے گھیر لیا وہ جانور نظر آ رہے تھے اور ہاتھوں میں خون لگی تلواریں تھیں انہوں نے پوچھا۔ بتا تو کون ہے؟

اس غریب نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور بولا ''اگر تم ہندو ہو تو مجھے مسلمان سمجھ کر مار ڈالو۔ اگر تم مسلمان ہو تو مجھے ہندو سمجھ کر مار ڈالو! کیونکہ تمہارے سر پر خون سوار ہے اور تم کسی نہ کسی کو مارے بغیر چین سے نہ بیٹھو گے۔''

یہ سن کر فسادی مبہوت① رہ گئے اور وہ غریب بوڑھا آہستہ آہستہ وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

① حیران، ہکا بکا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

کاغذ کا سنکٹ

تو ایسا ہوا کہ سوال لائن میں کام کرنے والی نوکرانی کی جوان لڑکی غائب ہوگئی۔ نوکرانی نے سوچا چلو ایک خطرہ ٹلا جیسے کسی ملک پر سے جنگ کا خطرہ ٹلا ہو۔

چلو ایک مسئل حل ہوگیا ورنہ جوان لڑکی کا تو ہر طرح سے سنکٹ ہی سنکٹ ہے۔ کھانا پینا، کپڑا لتا اور شادی۔ اوپر سے شادی ہونے تک چوکیداری بھی! مگر جب نوکرانی نے غور کیا کہ کوئی پوچھے کہ لڑکی کیا ہوئی۔۔ تو کیا جواب دے گی؟ تب وہ بڑی پریشان ہوئی۔ کیا کرے؟ کہاں تلاش کرے؟ کس سے مشورہ کرے۔؟ آخر پولس تھانے گئی۔ معلوم تھا کہ وہاں کچھ نہ ہوگا لیکن پہنچی پولس تھانے۔ تھانے دار بڑی لاپرواہی سے بولا: بھاگ گئی ہوگی کسی کے ساتھ، آجائے گی، فکر کیوں کرتی ہو؟'' ایسی امید بڑھیا کو اور لوگوں نے بھی دلائی تھی۔ تھانے دار سے بھی اسی طرح کا جواب سن کر بڑھیا رونے لگی۔ وہ یہ سوچ کر آئی تھی کہ تھانے دار رپورٹ لکھ لے گا۔ بھلے ہی کچھ نہ ہو، رپورٹ تو لکھ لے گا۔

تھانے دار بولا'' رو کیوں رہی ہے بڑھیا۔۔ ملک میں کاغذ کا سنکٹ چل رہا ہے۔ کاہے پہ لکھوں تیری رپورٹ؟ بڑھیا چپ رہ گئی یہ بھی عجیب بات سنی۔ تھانے دار تو گٹکھا پھانکنے میں لگ گیا مگر نوکرانی سرد لہجے میں بولی'' ہمارے لئے کب کاغذ کا سنکٹ نہیں رہا تھانے دار جی؟''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ایک گلاس، چار دوست

چار دوست اڈے پر اکھٹے گپ بازی میں مگن، بہت دنوں بعد چاروں ملے تھے اس لئے ان کے پاس کہنے کے لئے بہت کچھ تھا۔ ایک دوست نے ٹیبل پر رکھے گلاس کی طرف دیکھا اور تینوں سے سوال کیا ''ارے یہ گلاس آدھا بھرا ہوا ہے یا آدھا خالی۔'' سب ہنسنے لگے۔ یہ تو بہت پرانا سوال ہے۔ اس طرح کہ پہلے انڈا یا مرغی! جس کا یہ جواب ہے کہ نہ پہلے انڈا نہ مرغی! بلکہ پہلے مرغا! جس نے سوال کیا تھا وہ مصر تھا۔ ایک دوست نے کہا ''یار گئے وہ رومانس کے دن گلاس آدھا بھرا ہوا کبھی نہیں رہتا وہ آدھا خالی ہی رہتا ہے۔ ہم بلاوجہ خواب دیکھتے ہیں۔

دوسرا بولا۔ بالکل نہیں، لائف کتنی ٹف ہوگئی ہے یار! آدھا گلاس بھرا ہوا ہے، یہ تسلیم کر کے چلیں تو زندگی آسان ہو جاتی ہے، ورنہ فرسٹریشن گھیر لیتا ہے۔ میں یہی مانتا ہوں کہ میرا گلاس آدھا بھرا ہوا ہے۔

تیسرا دوست۔ میں ذرا پریکٹیکل ہو گیا ہوں۔ میں وقت کی ضرورت کے مطابق یہ تسلیم کرتا ہوں کہ گلاس آدھا خالی ہے یا بھرا ہوا ہے! مجھے اس گلاس سے کتنا فائدہ پہنچے گا۔ اسی بنیاد پر میں طے کرتا ہوں کہ گلاس آدھا خالی ہے یا بھرا ہوا۔ اب بھی وہ میرے لئے آدھا بھرا ہوا ہے اور آدھا خالی، نو مور جھک جھک تینوں دوستوں نے چوتھے سے، جس نے سوال اٹھایا تھا، پوچھا ''تیرا کیا خیال ہے تجھے کیسا نظر آتا ہے گلاس''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

وہ دوست ہنسا اور بولا ''سچ بتاؤں مجھے یہ گلاس آدھا بھرا ہوا نظر نہیں آتا، اور نہ آدھا خالی نظر آتا ہے۔ بلکہ مجھے اس گلاس میں ایک ''موقع'' نظر آتا ہے۔ ایک نادر موقع، دل چاہا تو میں یہ گلاس بھر سکتا ہوں، ایک ہی گلاس میں میرے لئے دو مواقع ہیں، گلاس میرا ہے اسے بھرنا ہے یا خالی کرنا ہے میں طئے کرونگا۔ یہ طئے کرنا بدلتے حالات میں کیا اہم نہیں ہے؟

□

م۔ ناگ

کا

چوتھا افسانوں کا مجموعہ

پھٹی ہوئی کتاب

عنقریب منظر عام پر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

لاگ

ساس اور بہو کا جھگڑا۔

گھر کی دیواریں، کھڑکیاں، دروازے، کپڑے لتے سب جھگڑے کے عادی۔

ساس بہو کا جھگڑا نہ ہو تو انہیں مزا ہی نہیں آتا۔

دروازہ کھولو تو چرمراتا ہے، کھڑکی الگ سر پیٹتی ہے، کپڑے انگڑائیاں لیتے ہیں۔

ساس ۵ بجے فجر میں اٹھ جاتی ہے لیکن فجر نہیں پڑھتی۔ ساس بوڑھی ہے اس لئے اس کی نیند بار بار اُچٹ جاتی ہے۔ بہو کا خون گرم ہے اس کے اندر کا شہوت ناگ اسے جلد جاگنے نہیں دیتا۔ جب بھی جاگتی ہے تب اس کی آنکھیں خمار آلود ہوتی ہیں۔

بہو کی نظر میں ساس کی بڑی خراب عادت ہے کہ وہ بیڈ روم کے دروازے پر آ کر کان لگاتی ہے، ہول میں آنکھ لگاتی ہے، اُدھر چوڑیاں کھنکتی ہیں اِدھر ساس بڑبڑاتی ہے۔

''صبح ہوگئی لیکن مہارانی کی نیند باقی ہے، میں اسے چائے بنا کر دوں، رات کے برتن دھوؤں، کچن صاف کروں، کیا اس کے باپ کی نوکر ہوں میں، کیا کروں اپنے ہی بیٹے میں کھوٹ ہے تو کیا کیا جائے۔ چھپتا ہے اس کے آنچل کے پیچھے کچھ گھول کر پلا دی ہے۔ میرے بھولے بیٹے کو اس کے اشاروں پر بیل کی طرح سر ہلاتا ہے۔ بہو نے مجھے کیا نوکرانی سمجھ رکھا ہے۔''

بہو سنے بغیر ہی جیسے سب کچھ سن لیتی ہے۔ پلنگ سے اُٹھتی ہے، باتھ روم جاتی ہے۔ ساس کا منہ اگر مشرق کی طرف ہو تو بہو کا منہ مغرب کی طرف ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بہو بڑبڑاتی ہے "کون کہتا ہے اسے کام کرنے کے لئے، خود بھی نہیں سوتی، رات بھر کھانستی ہے، اور دوسروں کو بھی سونے نہیں دیتی، لیکن کسی نے کہا کام کرو اور چپ چاپ ایک جگہ بیٹھو، لیکن نہیں!

اگر کوئی موضوع نہ ملے تو ساس طعنوں پر اُتر آتی ہے۔ "ذرا بھی شرم نہیں رہی، بلاؤز پہنتی ہے، بغیر دوپٹے کے کھڑکی میں کھڑی ہو جاتی ہے۔" اس پر بہو جواب دیتی ہے "بیڈ روم میں سوئے کہ ان کی کھانسی شروع دن بھر کھانسی نہیں آتی بس ذرا ہم دونوں کا لاگ شروع ہوا کہ کھانسی کا دورہ پڑتا ہے۔

□

علاج

چھوٹا سا کمرہ تھا، اسی میں ساس سسر، بڑی نند، چھوٹا دیور اور ایک طرف شوہر بیوی کے بستر ے۔ بہو کو اچانک دورے پڑنے لگے، دورہ پڑتا تو وہ دانت بھینچ لیتی، جسم اس کا سرد پڑ جاتا اور بے ہوش جاتی، حکیم ڈاکٹر سب فیل ہو گئے۔ کسی نے بتایا کہ ٹیکری والے بابا کے پاس لے جاؤ، شوہر نے بیوی کو سائیکل کے ڈنڈے پر بٹھایا اور پیڈل چلانے لگا۔ راستے میں ایک باغ تھا۔ ڈنڈا چبھنے کا بہانہ بنا کر بیوی اُتر گئی۔ دونوں باغ میں جا بیٹھے، جی بھر کر پیار بھری باتوں میں بہت سا وقت کٹ گیا۔ پھر دو جسم ایک جان ہو گئے ۔کوئی تیسرا نہیں تھا، نہ کسی کا احترام کرنا تھا نہ شرم۔

"چلو ٹیکری والے بابا کے پاس، کافی وقت یہاں گزر گیا ہے۔"

"نہیں، اس باغ میں آ کر بہت ہلکا اور سیراب محسوس کر رہی ہوں جیسے کوئی بیماری ہی نہیں تھی۔"

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

احترام

چھوٹا سا کمرہ تھا، اس میں ساس سسر، بڑی نند، چھوٹا دیور۔۔ یہ ایک کمرے کا مکان ہی اس کا گھر تھا۔ جب بھی سسر گھر آتا، کھانستا، کھنکارتا اور احتراماً بہو گھونگھٹ نکال لیتی۔ جب اسے بچہ ہوا، تو سسر بہت خوش ہوا، وہ دور سے کھنکارتا ہوا آتا اور پوتے کا نام لے کر بلانے لگتا۔

کبھی کبھی بہو جلد بازی میں گھونگھٹ نکال لیتی۔ بچہ گوری چھاتیوں سے چُسر چُسر دودھ پیتا کبھی ماں کے منہ کی طرف دیکھتا، کبھی چھاتی کی طرف۔

منہ جو گھونگھٹ میں ڈھکا ہوا تھا۔

چھاتی جو عریاں تھی۔

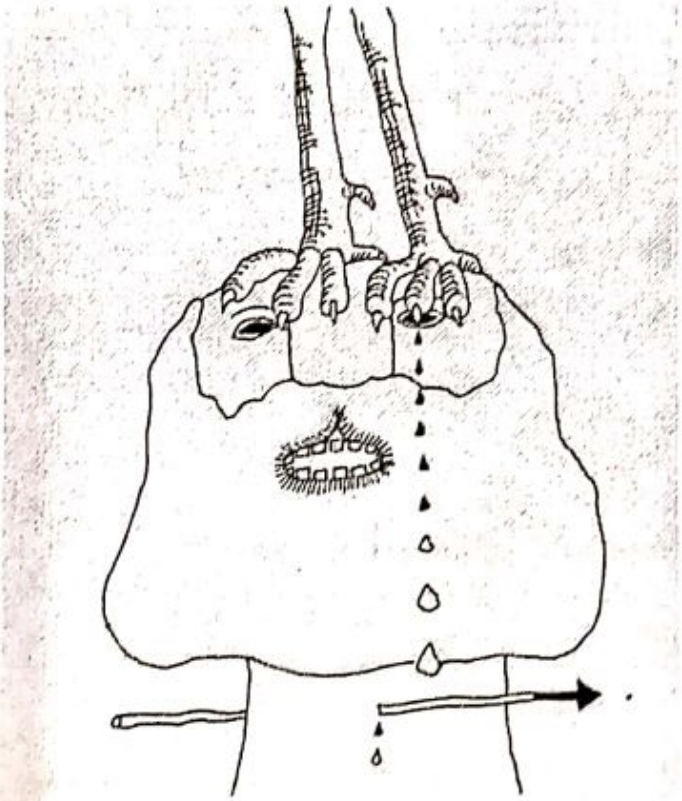

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دولخت کہانی

رات میں کڑاکے کی سردی دانت بج رہے تھے بدن کانپ رہا تھا اور ایسے میں فرید بھائی کے گھر آخری شادی تھی اسی لئے انہوں نے پورا دھیان رکھا تھا کہ کوئی رشتہ دار چھوٹ نہ جائے۔ بعد میں کون طعنے سنے گا۔ اس لئے دور دراز کے رشتہ داروں کو دعوت دی تھی۔ لوگ کچی پر سوئے تھے۔ مالیوں پر سوئے تھے، پڑوسی کے خالی مکان میں اور اس کے ٹیرس پر سوئے ہوئے تھے، کمروں میں ورانڈوں میں لوگ ہی لوگ تھے جو سوئے تھے، فرید بھائی نے رضائیوں اور بلکنیٹوں کا اچھا انتظام کیا تھا۔ لیکن جیسا کہ شادیوں میں ہوتا ہے بلینکیٹ کم پڑے تھے۔

رات میں منیر کو مردوں میں جگہ نہ ملی، نہ تکیہ ملا نہ رضائی تو وہ زنان خانے میں گھس گیا، زنان خانے میں خراٹے گونج رہے تھے، عورتیں گھوڑے بیچ کر سوئی تھیں، ساڑی کے پلو اور ڈوپٹے اپنی جگہ پر نہیں تھے۔ کسی کے پاؤں میں کسی کا سر، کسی کی گود میں کسی کے پاؤں، کعبے کا دھیان کون کرتا!

کڑاکے کی ٹھنڈ، دانت بج رہے تھے، منیر اندر آیا اور ایک جسم کی بغل میں سو گیا، جسم ذرا کسمسایا اور خراٹے بند ہو گئے، اب منیر نے بلینکٹ کھینچنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا، اس نے بلینکٹ میں اپنا سر چھپایا اور دھیرے دھیرے اندر گھسنے کی کوشش میں لگا رہا۔

ذرا دیر بعد منیر نے ہاتھ پاؤں کھولنا شروع کئے اور بڑبڑایا ''بتاؤ کونسا بٹن کہاں ہے کہ جلد ایک ایسی توانائی پیدا ہو جہاں بلینکٹ کی محرومی نہ رہے'' یہ بڑبڑ بدن کے کیا سمجھ میں آتی بدن نے صرف اتنا کہا ''منیر! ارے بابا میں تیری ممانی ہوں۔''

منیر کو عادت تھی کہ وہ ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا، اس نے رشتے کا بھرم توڑ دیا۔ صبح ممانی کا ضمیر لعنت ملامت کرنے لگا تو ممانی نے ضمیر کو سمجھایا ''سب تھک کر سو رہے تھے، اگر میں جھگڑتی تو پورے گھر کی نیند خراب ہوتی۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ایک تھا گنڈو

ایک تھا گنڈو، ایک دم شیطان، کوئی بچہ اس کے ساتھ کھیلنے کو تیار نہیں، جو اس کے ساتھ کھیلتا، جی بھر کر مار کھاتا، گنڈو بچوں کے کھلونے چھین لیتا، کتابیں پھاڑ دیتا کرکٹ کھیل کر مکانوں کی کھڑکیوں کے کانچ توڑ دیتا۔ ایک دم شیطان اسکول میں اس نے اپنے استاد کو نہیں چھوڑا۔ سب اس سے ڈرتے تھے۔ گنڈو کا بس ایک ہی کام تھا وہ خوب ورزش کرتا شہر کا ایک بھی جمنازیم ایسا نہ تھا جہاں اس نے ڈنڈ نہ پیلے ہوں۔

بعد میں جب وہ بڑا ہوا تو خوب بڑے بڑے کام کئے۔ اس نے اپنا گنیش منڈل بنایا اور دادا گیری کے ساتھ دوکانداروں سے چندہ وصول کرنے لگا۔ پھر وہ گلی کا سیوک بنا، پھر نگر سیوک بنا، وہ ترقی کرتا رہا اور ایک دن تو اس نے اپنے پڑوس کے بچے کو کہیں چھپا دیا اور اس کی ماں سے پھروتی کی رقم وصولی کی اور وہ کامیاب بھی ہوا۔ پھر اسے چناؤ لڑنے کے لئے ٹکٹ بھی مل گیا۔ پھر وہ ایم ایل اے بن گیا۔ وہ ہمیشہ سپاری دیتا رہا اور ہمیشہ سپاری لیتا رہا۔ اس نے لوگوں کو خریدا اور ملک کو بیچا۔ اس کی حیثیت بڑھ گئی۔ لوگوں نے خدا اور بھگوان سے ڈرنا چھوڑ دیا۔ اور گنڈو سے خوف کھانے لگے۔ سماج میں انقلاب برپا ہوا۔

انقلاب کا سورج نکلا تو سب چونک گئے۔ مگر کسی نے کچھ نہ کہا۔ سب سہمے ہوئے تھے۔ کچھ پنڈتوں کا کہنا تھا کہ گنڈو نے وقت اور حالات کے ساتھ ملی بھگت کر کے سماج کی خصّی کر دی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

آدمی جوڑنے کا کام

ایک طالب علم کو اس کے استاد نے دنیا کے نقشے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دئے اور کہا کہ اسے جوڑ کر صحیح سلامت کر دو۔"

طالب علم نے نقشے کو پانچ منٹ میں جوڑ دیا۔

استاد کے ساتھ وہاں موجود دیگر لوگ بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

طالب علم نے کہا۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ اس نقشے کے پیچھے ایک آدمی کی تصویر تھی، ٹکڑوں میں تقسیم اس آدمی کو میں نے جوڑا اور دنیا اپنے آپ جڑ گئی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

تبدیلی

ایک تالاب کے کنارے سو بندر رہتے تھے۔ ایک دن سب کے سب شکر قند کھا رہے تھے۔ شکر قند مٹی سے بھرے ہوئے تھے، بندر انہیں مٹی سمیت کھا رہے تھے۔ ایک بندر کے ہاتھ سے شکر قند، غلطی سے تالاب میں گر گیا، اس نے شکر قند کو پانی سے نکالا تو وہ صاف ہو چکا تھا اس کی مٹی نکل چکی تھی۔ بندر کو اس دھلے ہوئے شکر قند کا مزا اچھا لگا۔ اس نے دوسرے شکر قند کو پانی میں ڈال کر نکالا اور اسے مزے لے لے کر کھانے لگا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے بندروں نے بھی ایسا ہی کیا اور یہ سلسلہ چل نکلا۔ کہ شکر قند کو پانی میں گراؤ اور پھر کھاؤ۔ بس پھر کیا تھا اس جزیرے کے تمام بندروں نے پانی سے دھو کر شکر قند کھانا شروع کر دیا اور یہ روایت چل پڑی، یہ عادت اور رواج بن گئی۔ اور شکر قند کھانے کا طریقہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بدل گیا۔

یہ مثال دوسرے خطّے کے بندروں نے بھی سُنی۔

جہاندیدہ ایک بندر بولا "دراصل ہم گندی سیاست اور بدعنوان سسٹم کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ شکر قند دھو کر کھانے میں برسوں لگیں گے۔

ایک چھوٹا بندر جس کی آنکھیں آنے والے روشن کل کی امیدوں سے چمک رہی تھیں بولا۔

"تو کیا ہوا، آپ قدم تو اٹھایئے تبدیلی ہم دیکھیں گے۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

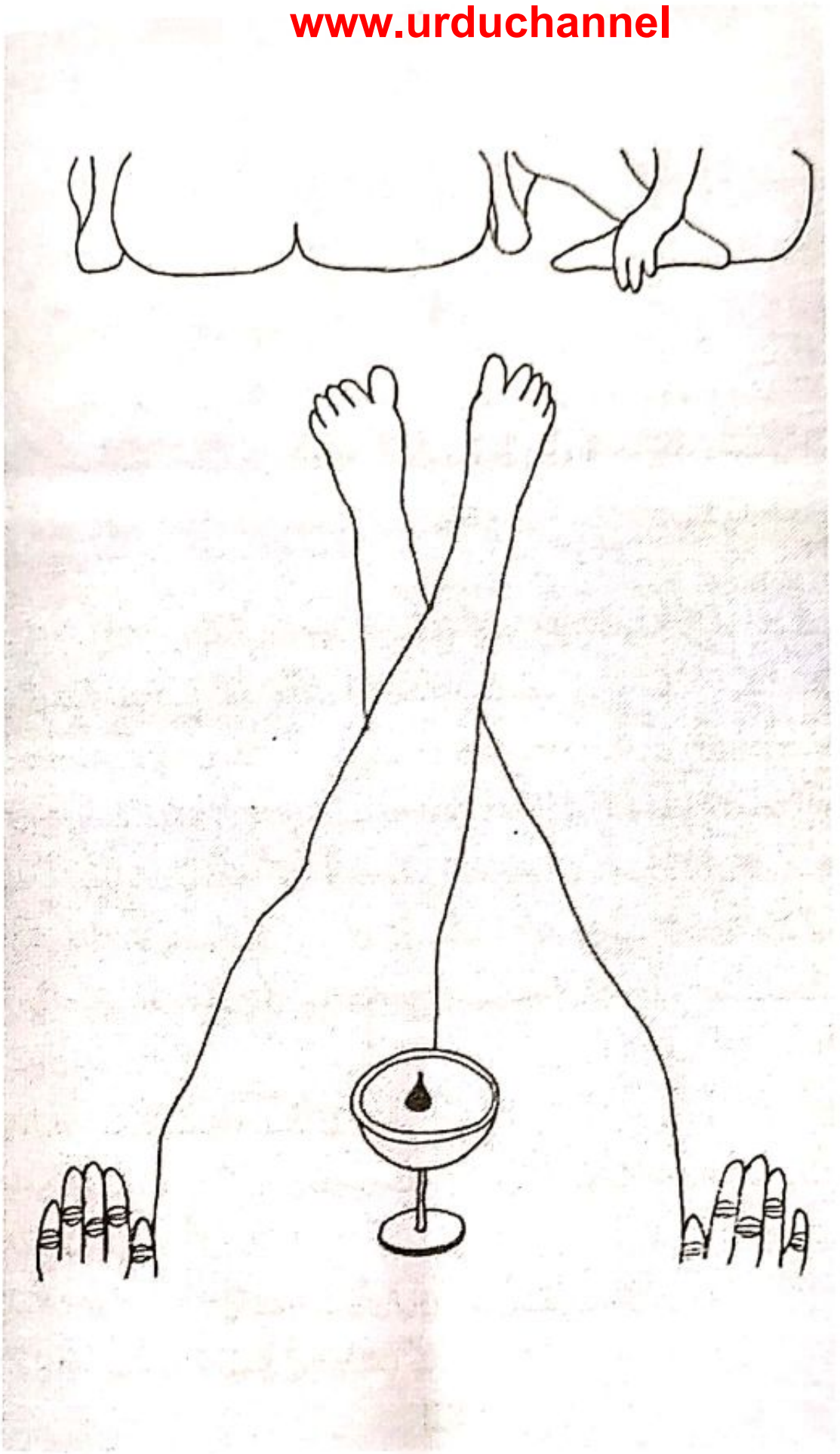

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اندھیرے اُجالے کا کھیل

سورج پہاڑیوں کے پیچھے سے نکلتا تھا، لڑکا کالے پینٹ کا ڈبہ ہاتھ میں لئے صبح کاذب ہی میں پہاڑیوں کی طرف دوڑ پڑا اور پہاڑیوں پر چڑھ گیا، آہستہ آہستہ سورج نکلنے لگا۔ پہاڑیوں سے بلند ہونے لگا۔ لڑکا جلدی جلدی کالا پینٹ سورج پر برش سے پھیرنے لگا۔ آخر جب سورج پورا طلوع ہوگیا تو دُنیا نے دیکھا کہ اس کا منہ کالا تھا۔ صبح نہیں ہوئی تھی جبکہ مرغ بانگ دے رہے تھے۔ گھنٹہ گھر صبح کے گھنٹے بجا رہا تھا رات کے بعد پھر رات ہونے لگی تھی۔

لوگ اندھیرے میں اپنا روٹین پورا کرنے لگے۔ پہلے ٹٹول ٹٹول کر پھر دھیرے دھیرے جیسے وہ اندھیرے میں دیکھنے کے عادی ہوگئے۔ اور اپنے اردگرد اُجالا محسوس کرنے لگے۔ ان کی فنطاسی حقیقت کا روپ دھارنے لگی۔

برسوں گزر گئے۔

ایک دن ایک لڑکا صبح کاذب میں پہاڑیوں کی طرف دوڑنے لگا اس کے پاس پانی سے بھری بالٹی تھی۔

سورج آہستہ آہستہ نکلنے لگا جیسے جیسے سورج اوپر آتا تھا وہ لڑکا گیلے کپڑے سے سورج کے منہ پر لگی کالکھ پونچھتا جاتا تھا۔ دھیرے دھیرے سورج کا منہ دُھل گیا اور وہ اُجالا بکھیرنے لگا۔

اُجالے سے بچنے کے لئے لوگ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ ہڑبونگ مچ گئی۔ روشنی اتنی تیز تھی کہ لوگ اندھے ہوگئے۔

اور اب ان کی زندگی میں پھر اندھیرا تھا لیکن انہیں یقین تھا کہ وہ پھر اندھیرے میں دیکھنے کے عادی ہوجائیں گے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

یا اللہ

ایک بڑے شاپنگ مال کے سامنے ایک چھوٹا سا لڑکا سردی سے کانپ رہا تھا وہ اکیلا تھا، اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے، وہ ننگے پاؤں تھا آنکھیں شوکیس میں رکھے جوتوں پر تھی، وہ جوتوں کی طرف دیکھتا اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہتا ''اللہ میاں! مجھے جوتے دلا دو۔'' اسے بہت دیر سے وہاں کھڑا دیکھ کر مال سے ایک امیر خاتون باہر آئیں اور اس سے بولی کیا بیٹے، کیا چاہیے؟

چھوٹا سا لڑکا بولا میرے پاس جوتے نہیں ہیں، میں اللہ میاں سے جوتے مانگ رہا ہوں، مگر وہ سنتا ہی نہیں۔''

بیٹے اللہ میاں کو دوسرے بہت سارے کام ہیں اسی لئے اس نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

خاتون اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئی اور ایک سیلز مین سے ایک بالٹی میں گرم پانی لانے کے لئے کہا، ٹائلٹ میں جا کر اس خاتون نے چھوٹے لڑکے کے ہاتھ پاؤں دھلائے پھر وہ سیلز مین سے بولی اس کو جوتے اور موزے بھی دو، سیلز مین نے جوتے موزے لڑکے کو دیئے۔ خاتون نے موزے جوتے لڑکے کو پہنائے جوتے کی لیس باندھی اور لڑکے سے بولی اب تمہیں کیسا لگ رہا ہے۔

چھوٹے لڑکے کی آنکھوں میں پانی آ گیا، اس نے خاتون سے پوچھا آنٹی آپ اللہ میاں کی بیوی ہیں کیا؟

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

نئے لکھنے والے

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نے افسانے لکھنا شروع کئے تھے اور اپنے علاوہ کسی افسانہ نگار کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔ میرے دوست نے اطلاع دی کہ شہر میں کرشن چندر آئے ہیں۔ ایشیا کے عظیم افسانہ نگار، میں خوش ہوا کہ کرشن چندر کو قریب سے دیکھوں گا۔ ادبی نشست کا انعقاد ہوا۔ ہال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ میں بہت خوش تھا۔ کہ کرشن چندر کے ساتھ افسانہ پڑھوں گا میرے علاوہ دو ایک نئے لکھنے والے ہاتھ باندھے ادب سے بیٹھے تھے سینئر افسانہ نگار اپنے افسانے سنا رہے تھے کرشن چندر نے بھی افسانہ سنایا۔ میرے لئے یہ الگ طرح کا تجربہ تھا۔ میں ان دنوں پرچوں میں شائع ہونے لگا تھا تمنا تھی کہ کرشن چندر میری کہانی سنتے لیکن نشست کے ناظم نے اعلان کیا کہ وقت کافی ہو چکا اور ہمارے معزز مہمان کو واپسی کے لئے فلائٹ بھی پکڑنی ہے۔ اس لئے نشست فلاں فلاں اور فلاں کے شکریئے کے ساتھ اب ختم ہو رہی ہے۔ نئے قلمکاروں کو چاہیے کہ وہ اپنے مزاج میں صبر و ضبط کا مادہ پیدا کریں سننے کی عادت ڈالیں۔ کل یقیناً ان کا ہوگا اور نئے لکھنے والے کل کی آس میں آج سے بھی محروم ہو گئے۔

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چباچبا کر کھا!

جب میں چھوٹا تھا تو کھانا ٹھیک سے چباچبا کر نہیں کھاتا تھا۔ ہمیشہ نوالہ منہ میں ہی رکھتا۔ ماں مجھے کھانا کھلاتے وقت بار بار کہتی ''نوالہ ٹھیک سے چبا کر کھا'' کھانا کھاتے ہوئے وہ مجھے کہانی بھی سناتی تھی

--

''ایک تھی گول مٹول لڑکی۔۔۔ٹھیک سے چبا کر کھا'' وہ مجھے کہانی سنانے لگی ''اس نے سموسے بنائے اور اپنی دادی کے پاس گئی۔ٹھیک سے چبا کر کھا میں نے چبا کر نوالہ نگل لیا۔ ''ممی آگے کیا ہوا۔''

اور لومڑی نے دادی کو نگل لیا۔ چباچبا۔ٹھیک سے چبایا؟ اور اس گول مٹول لڑکی کو بھی لومڑی نے نگل لیا۔

اتنے میں وہاں شکاری آیا'' ماں آگے کہنے لگی ''چبایا کر کھا! شکاری نے لومڑی کو مار ڈالا اور اس کا پیٹ کاٹ کر دادی اور اس گول مٹول لڑکی کو باہر نکالا۔ ایک دم زندہ!''

میں نے فوراً کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ لومڑی نے دادی اور لڑکی کو ٹھیک سے چبا کر نہیں کھایا تھا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اسکیمو کی جنت

آج جماعت کا اس سرد آبادی میں پہلا دن تھا۔ آبادی بھی کیا۔ دو دو، چار چار، سو گز دوری پر بنے چند ایگلو (برف کے مکان) بچے بڑے کل ملا کر آبادی دو ڈھائی سو سے زائد نہ تھی۔

یہ لوگ حافظ حاجی عبدالکریم کی امیری میں کل ملا کر پانچ تھے اور آبادی کے سب سے زیادہ رئیس شخص کے ایگلو میں جو کہ باقی ایگلوؤں کے مقابلے میں کچھ بڑا اور کشادہ تھا، قیام پذیر تھے۔ اس رئیس اسکیمو کے پاس آبادی میں سب سے زیادہ رینڈیئر کی کھالیں تھیں، دو تازہ پکڑے ہوئے سیل اور دو جوڑے پینگوئین، دو تین زندہ رینڈیئر کے علاوہ چھ کتوں کی سیل اور رینڈیئر کی ہڈیوں سے بنی سلیج (گاڑی) تھی اور سیل کا شکار کرنے کے چار ایکسٹرا اوزار تھے۔

مترجم کے کہنے کے مطابق آج کئی روز سے یہاں سورج نہیں نکلا تھا۔ حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے دبئی سے خریدی قیمتی گھڑی تحفے میں دی اور وقت کے مطابق مغرب کی نماز ایگلو میں برفیلے فرش پر بچھی رینڈیئر کی کھالوں پر ادا کی۔ وضو کے لئے انھیں سیل کی چیزیں استعمال کرنی پڑی تھی۔ کھانے میں سیل اور دوسری مچھلیوں کا گوشت حاضر کیا گیا۔ مترجم جو کہ اسکیمو ہی تھا اس نے بتایا کہ یہاں ایک تو آگ جلتی نہیں اور اگر جلتی بھی ہیں تو کوئی چیز ابلتی نہیں۔

وعظ شروع ہوا سب لوگ ان کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے۔ پہلے تو حاجی عبدالکریم نے مختلف ارکان و احکام بیان کئے۔ مترجم مستعدی سے ان کے بیان کا ترجمہ بیان کرتا رہا۔ وعظ سننے آئے اسکیمو بڑی دلچسپی سے بیان سنتے رہے۔ ایک مقام پر حاجی صاحب نے جنت کا نقشہ کھینچا کہ جہاں حوریں ہیں، ٹھنڈے پانی کے چشمے ہیں، وہاں سکون ہی سکون ہے، بادِ نسیم کی طرح سرد اور ٹھنڈی ہوائیں ہیں۔ پینے کے لئے شہد سے میٹھا دودھ، کھانے کے لئے خوش ذائقہ پھل، حوریں پنکھا جھلتی ہیں اور دوزخ!۔۔۔ دوزخ کی آگ اتنی تیز ہے کہ ہماری آگ سے ستر گنا زیادہ حرارت رکھتی ہے۔ پینے کے لئے پانی نہیں بلکہ خون دیا جاتا ہے۔ کھانے کو مکروہ اور کچا گوشت دیا جاتا ہے۔ سورج سوا نیزے پر چمکتا ہے۔

سننے والے اسکیمو میں سے ایک شخص اٹھا اور بڑی انکساری کے ساتھ بولا، جناب! مولانا، قطع کلامی معاف، کیا آپ یہ بتانے کی زحمت گوارا کریں گے کہ دوزخ میں جانے کے لئے ہمیں کیا کرنا پڑیگا؟

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

زبان

وہ ہانپتے کانپتے ساڑی کا پہلو پکڑے زور زور سے کھینچتا رہا اور وہ عورت لٹو کی طرح اپنے محور پر گھومتی رہی۔ دنیا بھر گھوم رہی تھی اس کا سر چکرا رہا تھا لیکن وہ ابھی بے ہوش ہو کر گری نہیں تھی۔ قسم قسم کی ہلکی بھاری مہنگی سستی ساڑیوں کا ڈھیر بڑھتا جا رہا تھا۔ کھینچنے والے نے سوچا بھی نہ ہوگا کہ عورت کو برہنہ کرنا کیا اتنا مشکل ہے؟ دوسری طرف وہ پانچوں سر جھکائے بیٹھے تھے۔ شرمندہ، مجبور، نڈھال، وہ سوچ رہی تھی کہ یہ پانچوں کیا پتھر بن گئے تھے جو کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔

وہ تو اچھا ہوا کہ اس عورت کا دوست فارین کی ساڑیاں لایا اور عورت کو برہنہ ہونے سے بچا لیا۔ تبھی ساڑی کھینچنے والا ہانپتے ہوئے بولا ''بول حرامزادی بول! کہاں رکھی ہے اپنی زبان چھپا کر۔'' وہ تھک کر رک گیا اور اس نے عورت کے جبڑے کھینچ کر دیکھا اور زبان کو تلاش کیا۔ ساڑیوں کے ڈھیر میں بھی اس نے زبان تلاش کی۔ جوڑے ہوئے ہاتھ الگ کر کے دیکھا۔ زبان وہاں بھی نہیں تھی۔ اسے شک ہوا کہ زبان ان سر جھکائے بیٹھے پانچوں میں سے کسی ایک کے پاس ضرور ہوگی۔

پانچوں میں سب سے بڑے سے اس نے پوچھا۔ بتاؤ اس کی زبان کہاں ہے؟ بڑا بھائی کیا بتاتا۔ اپنا تو اپنا اس نے چھوٹے بھائیوں کا حصہ بھی تو جوئے میں ہار دیا تھا۔ اس نے تیر انداز بھائی سے پوچھا اور پھر شہہ زور سے بھی پوچھا پھر اس نے دو چنچل بھائیوں سے پوچھا۔ کالج میں ہڑتال کرتے ہو، بسیں جلاتے ہو، وی وانٹ جسٹس کے نعرے لگاتے ہو، اب کیوں گونگے ہو گئے۔ بتاؤ اس کی زبان کہاں ہے؟ لیکن کوئی ہلا نہ ڈلا۔ کوئی جواب نہ ملنے پر وہ پھر عورت کی طرف لوٹا اور ساڑیاں کھینچنے لگا۔ ساڑیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

ساڑیاں کھینچنے والا پسینہ پسینہ تھا۔ آخر وہ تھک کر نڈھال فرش پر ڈھیر ہو گیا اور گھومتے گھومتے چکرا کر عورت بھی گر پڑی۔ اور تبھی اس کی زبان زمین پر پٹ سے گری اور گلہری کی طرح دوڑ کر چار دیواری سے باہر چلی گئی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

گھر کے اندر چور

پڑوس کی بستی میں ڈاکو آئے اور کھلیان برباد کر گئے۔ وہاں دو چار گھروں میں آس پاس کے کھیتوں کے مالک کسانوں کے گھر پر حملہ کیا۔ کسانوں کی دھوتیوں کو کھول کر ان کے ہاتھ پاؤں باندھے، مارا پیٹا، ہوائی فائر کیا۔ چیخ و پکار کے بیچ ان کی عورتوں کو کاندھوں پر ڈال کر جنگلوں میں نکل گئے۔ لٹ لٹا کر عورتیں دو گھنٹے بعد اپنے گھروں کو آئیں اور کہا کہ وہ برباد ہو گئی ہیں اب وہ سماج کو کیا منہ دکھائیں گی۔ کچھ عورتیں قریب کے تالاب میں ڈوب مریں۔ کچھ نے کنویں میں چھلانگ لگا دی۔

- ایسا کئی بار ہوا پورے علاقے میں ڈاکوؤں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ سابق وزیر دسنت راؤ پاٹل اپنے فارم ہاؤس پر اپنی اور خاندان کی سیکیورٹی کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس انگریزی کتے تھے۔ تین گھیروں والی سیکورٹی تھی۔ ٹی۔وی، سی سی کیمرے جگہ جگہ لگے ہوئے سی سی کر رہے تھے۔ خبردار کرنے کے لئے الارم لگے ہوئے تھے۔ انھوں نے اطمینان کیا اور راحت کی سانس لی کہ وہ محفوظ ہیں۔ پولس سپرنٹنڈنٹ ابھی ابھی وہسکی کے دو پیگ لے کر ان کے پاس سے گیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ آپ مطمئن رہیے کچھ نہیں ہوگا۔ ڈاکو بھی ایسے ہی لوگوں کو چھیڑتے ہیں جن کا کوئی اثر رسوخ نہیں ہوتا۔

تین دن بعد پتہ چلا کہ وزیر موصوف کی نوکرانی نے گلے میں پھانسی لگا کر خودکشی کر لی۔ ان کا لڑکا فرار تھا۔ فارم ہاؤس میں ان کے کمرے کی الماری سے ایک بڑی رقم غائب تھی، پتہ چلا کہ ان کے لڑکے ہی نے نوکرانی سے ریپ کیا تھا جس کی وجہ سے اسے خودکشی کرنی پڑی۔ انھوں نے پولس سپرنٹنڈنٹ سے کہا:

''ہم چور لٹیروں کو گھر کے باہر تلاش کر رہے ہیں وہ تو ہمارے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔''

□

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

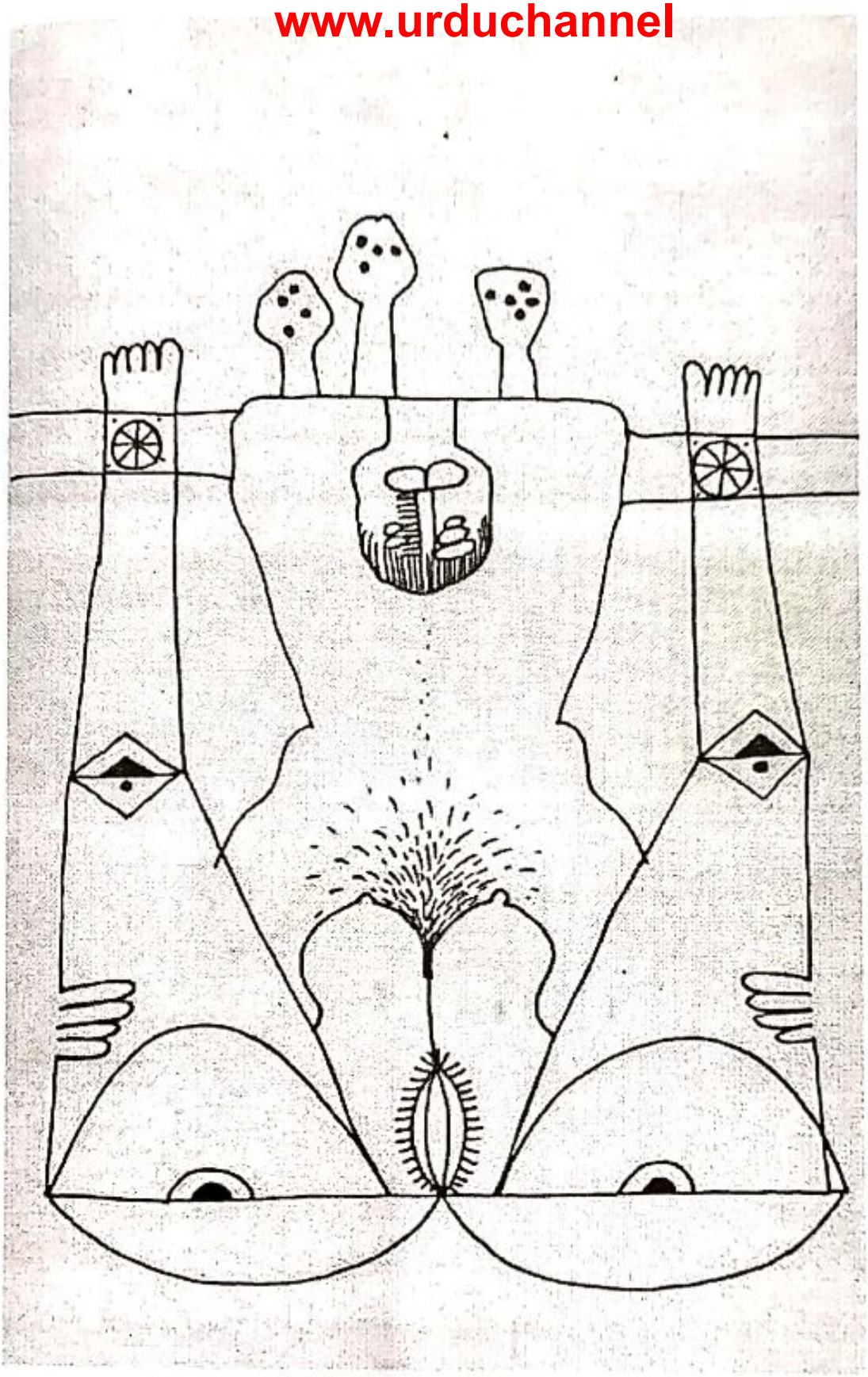

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بلی کے گلے میں گھنٹی!

بلی کے گلے میں گھنٹی آخر باندھ دی گئی۔

چوہوں نے سوچ وچار میں رات دن ایک کر دیئے تھے لیکن مسئلہ کا حل نہیں سوجھتا تھا۔ بلی کے جان لیوا خوف کے سائے تمام چوہوں کی زندگی پر پڑے تھے۔ کوئی راستہ جلد سے جلد نکالا جائے کہ زندگی آسان ہو! سبھی چاہتے تھے کچھ نوجوان چوہے خفیہ جگہ پر آپس میں تبادلۂ خیال کرتے کچھ دیکھتے کہ کہیں سے کوئی راہ نکلتی ہے یا نہیں؟ ایک بار ایک ذہین چوہے کو نیا خیال سوجھا، اگر ہم نے کچھ چوہوں کا ایک دستہ بنایا حملہ آور دستہ، اور اس دستے کے چوہوں نے بلی کے آتے ہی اس پر حملہ کیا تو کیا ہوگا؟ کچھ چوہوں کو تو اس خیال کے تصور سے ہی کپکپی چھوٹ گئی۔ بزرگ چوہوں نے اس خیال کو رد کر دیا۔ ذہین چوہے نے ایک اور خیال رکھا کہ ہم دو تین دستوں میں منقسم رہیں گے اور بلی کے آتے ہی اس پر پہلا دستہ حملہ بولے گا اس کے بعد دوسرا اور تیسرا بلی کو سانس لینے کی بھی فرصت نہ دی جائے گی۔ بوڑھے چوہے کہنے لگے۔ ایسا کبھی ہوا ہے کیا؟ یہ ممکن ہے کیا؟ بلی کی طاقت دیکھو، اس کے دانت اور ناخن کتنے مضبوط ہیں؟ ذہین چوہے نے نوجوانوں کے تین دستے بنائے اور چوہوں کو خاص ٹریننگ دی۔ بوڑھے چوہے اس میں شامل نہیں تھے۔ ان کا کہنا تھا یہ بے قوفی ہے۔ یہ سب مفت میں مارے جائیں گے نہ شہید ہوں گے نہ غازی بنیں گے!

آخر حملے کا دن آیا، چوہے تیار تھے۔ ''میاؤں'' کی آواز آتے ہی ڈرپوک اور بوڑھے چوہے اپنے اپنے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بلوں میں جا چھپے۔ بلی پورے گھر میں گھومنے لگی۔ ہمیشہ کی طرح ایک دو چوہوں کو اس نے نوالہ بنایا۔ اور پھر اچانک چوہوں کے پہلے دستے نے بلی پر زوردار حملہ کر دیا۔ کوئی بلی کی آنکھوں کو نوچنے لگا، کوئی پیٹ سے چپک کر کاٹنے لگا کوئی اس پر سوار ہو گیا۔ جب ہر طرف سناٹا چھا گیا تو تمام چوہے باہر نکلے سردار چوہا بولا ''دیکھا مر گئے نا مفت میں اور ابھی تو ہمارے پلان سے بلی لاعلم تھی آگے دیکھنا۔ وہ اپنی تیاری سے آئے گی۔''

نوجوان چوہا بولا۔ ظلم کے آگے گھٹنے ٹیک کر آپ نے ساری نسل کو ڈرپوک بنا دیا ہے۔ ظلم اور ناانصافی سے تو لڑنا ہی پڑے گا۔''

سردار بولا! کب تک اس طرح چلے گا، ایک دن تو سبھی مارے جائیں گے'' ایسا نہیں ہوگا'' نوجوان چوہا بولا ''میں خودکش بم بار بنوں گا اپنے سینے سے بم باندھوں گا میں بلی کا شکار بنوں گا، جیسے ہی اس کے منہ میں پہنچوں گا آپ ریموٹ کا بٹن دبا دینا۔ دھماکے کے ساتھ بلی کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔''

''اور تم'' سردار نے پوچھا۔

''کسی نہ کسی کو قربان تو ہونا ہی پڑے گا۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بھائی پاشا

بھائی پاشا اردو اسکول میں پرائمری ٹیچر تھے۔ چھوٹا بھائی ایم اے پی ایچ ڈی ہوگیا اپنی کوششوں سے کام کرتے ہوئے تعلیم بھی حاصل کی قسمت اچھی تھی پرائیویٹ کالج میں اردو کا لکچر بن گیا۔ اسے بھاری بھر کم تنخواہ سے مطلب تھا وہ ایسے طلبا کو غالب اور پریم چندر پڑھانے لگا جن کو اپنا نام بھی اردو میں لکھنا نہیں آتا تھا ویسے چھوٹے بھائی کا کوئی دوش نہیں تھا۔ یہ تو اردو کی بدقسمتی اور زمانے کی ستم ظریفی تھی کہ اسے استاد بھی ایسے ہی ملے اور پھر شاگرد بھی! زندگی کی طرح چھوٹے بھائی کا نہ املہ صحیح تھا نہ گرامر!

وہ بھی کیا کرتا۔ کیا سارے زمانے کو پڑھانے کا ٹھیکہ لیتا؟ تعطیلات میں چھوٹا اپنی بیوی کو ساتھ لے کر بھائی پاشا کے گھر ان سے ملنے آتا۔ بھائی پاشا چھوٹے کی گوری چمڑی والی بیوی کو دیکھ کر کڑھتے، ان کی تنخواہ بھی کم تھی اور بیوی بھی کالی کلوٹی۔ دو بھائیوں کے بیچ یہ فرق خلیج بن گیا اور کلیجے میں کانٹے کی طرح کھبنے لگا اس درد سے نجات پانے کے لئے بھائی پاشا چھوٹے بھائی سے اپنے گھر کا کام کراتے یہاں دوہاں دوڑاتے۔ خود کا کام بھی کراتے جیسے میرے پاجامے کا ناڑا نیچے لٹک رہا ہے نیفے میں اڑس دے۔ حتی کہ چھوٹا بھائی روتے تال آجاتا۔ میں کہتا: بڑا بھائی چھوٹے بھائی کا استحصال کر رہا ہے، چھوٹا بھائی کہتا یہ رشتے کا تقاضہ ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

کھرنڈ

بہت بڑا مکان ہے، قلعہ ہے قلعہ، بھرا پورا گھر ہے لڑکی اکیلی جوان ہے۔ سات بھائیوں کی اکیلی بہن، پانچ بھابھیوں کی اکیلی نند، اردگرد نوکروں اور خادماؤں کی پلٹن، ماں پلنگ پر بیٹھے بیٹھے مٹیا گئی، پاندان کھلا ہوا، پان کی ایک گلوری منہ کے اندر، باپ مٹی کو ہاتھ لگاتا ہے تو سونا بن جاتی ہے، پیسہ ہن کی طرح برستا ہے۔ لڑکی ہوائی قلعوں میں خیالی پلاؤ پکاتی ہے۔

گوشے پردے والی لڑکی ہے بیٹھی رہے گی گھر میں، قعلے سے باہر نہیں جائے گی، قعلے میں ہی گھومے پھرے گی، لیڈیز ٹیچر پڑھانے آئے گی، ذرا سی چھینک آجائے تو ڈاکٹر گھر پر دوڑا دوڑا آئے گا، خادمائیں حکم کی منتظر، سونے کا محل، چاندی کے گھاؤ۔

لڑکی کا نام ہے بجلی جو صرف اپنے حدود میں کڑکتی رہتی ہے۔

ایک بار بجلی کو گھٹنے کے قریب چوٹ لگی۔ شُر شُر خون بہنے لگا، سارا گھر دوڑا آیا، کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کیا کریں کیا نہ کریں؟ فون گھنگھنا اٹھا، فوراً ڈاکٹر آیا، ڈاکٹر جوان تھا۔ یہ بات نوٹ کی نادرہ نے جو بجلی کی منہ چڑھی کنیز تھی۔

لڑکی کے اندر جیسے بھونچال آگیا۔ جھکڑ چلنے لگے، اس کے اندر کے مشین کے پرزے جو جانے کب سے بند تھے، شروع ہو گئے، وہیل گھومنے لگا، شافٹ چلنے لگے، اوپر نیچے حرکت کرنے لگے، نٹ پیچ میں گھومنے لگے، وہ حیران تھی، خوش بھی تھی، ڈاکٹر نے لڑکی کا پاؤں اسٹول پر رکھا، دوسرے اسٹول پر لگن رکھا تھا جس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

میں گنگنا پانی تھا، پانی میں ڈاکٹر نے ڈیٹول ڈالا اور اپنی اٹیچی سے سفید کپاس کا بڑا سا پھاہا نکالا۔ لڑکی کا شلوکا پاؤں پر سے اوپر کی طرف ہٹایا۔ سفید پاؤں، سنگ مرمر جیسے تراشا گیا ہو، سرخ زخم لال گلاب کی طرح کھلا تھا۔ لڑکی کے گلابی ہونٹوں سے سی سی کی آواز نکلی، ڈاکٹر بھونچکا۔ لڑکی کا پاؤں زیادہ سفید ہے یا اس کے کپاس کا پھاہا۔

ڈاکٹر نے زخم دھویا اور مرہم لگا کر پٹی باندھ دی۔

ڈاکٹر نے آنکھوں میں کہا۔ ''گھاؤ اندر بھی ہے۔''

ڈاکٹر نے چونک کر لڑکی کو دیکھا۔

ڈاکٹر کے آنے کا سلسلہ شروع تھا، زخم بھرنے لگا، چوتھے دن زخم پر کھرنڈ جم گئی۔

نادرہ نے کہا۔ زخم اچھا ہو رہا ہے۔

لڑکی بولی: خدا کرے زخم کبھی نہ بھرے!

نادرہ چونک گئی لیکن مسکرائی۔

پھر ڈاکٹر نہیں آیا۔ لڑکی ڈاکٹر کی یاد میں بے چین رہنے لگی۔

ڈاکٹر اس کے تصور میں، خوابوں میں آتا۔

وہ کمرے کی بالکونی میں کھڑی ہوتی، وہ وہاں آ جاتا، وہ باتھ روم میں نہا رہی ہوتی وہ آ کر اس کے بدن پر صابن ملنے لگتا۔ وہ چاند کو تک رہی ہوتی تو ڈاکٹر اسے بانہوں میں بھر لیتا، وہ کتاب پڑھ رہی ہوتی تو ڈاکٹر اس کے لب چوم لیتا، گویا ہر جگہ ڈاکٹر ہی ڈاکٹر۔

لیکن وہ ڈاکٹر فوراً غائب ہو جاتا، ایک ہوک سی دل میں اٹھتی۔

ڈاکٹر کے تصور میں آنے سے کیا ہوتا ہے، خوابوں میں آنے سے کیا ہوتا ہے۔

وہ حقیقت کے اجالے میں روبرو کیوں نہیں ہوتا؟

کیسے ہو سکتا ہے: نادرہ نے پوچھا۔

''ایسے''، بجلی نے کہا اور زخم کا کھرنڈ نوچ لیا، شُر شُر خون بہنے لگا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

حکم نامہ

سنسد کا ایوان جاری تھا۔ اور خبر آئی کہ ایک ہریجن لڑکی ریپ ہوگئی۔ خوب ہو ہلا مچا۔ خوب لے دے ہوئی۔ کیوں نہ ہوتی۔ روز ایک لڑکی ریپ ہو رہی تھی اور جو لڑکی ریپ ہو رہی تھی، لوگ اسے ہریجن بتا رہے تھے۔ چونکہ وہ ہریجن سدھار کا سال تھا، اس لئے خوب واویلا مچا، خوب دھوم دھڑاکا ہوا، ٹیلیفون کھنکنے لگے۔ وزیر اعظم تک شکایت پہنچی۔ تب انسپکٹر جنرل پر پریشر آیا کہ آپ کے راج میں یہ کیا ہو رہا ہے؟

انسپکٹر جنرل غصے میں لال پیلا ہو گیا۔ جھٹ اس نے اسٹینو کو طلب کیا اور ایک حکم نامہ لکھ کر تمام تھانوں کو بھیج دیا۔ حکم نامہ تھا: ''جب سنسد کا ایوان جاری ہو تو کوئی ہریجن لڑکی ریپ نہ کی جائے۔''

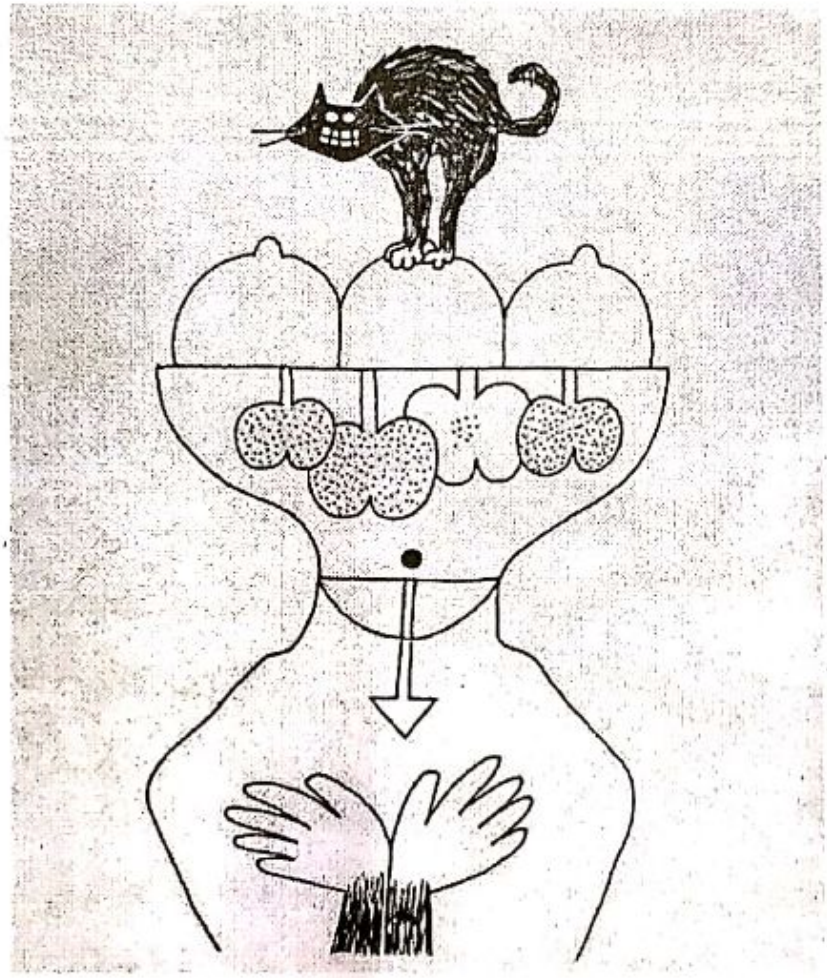

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چڑیا چڑیا دروازہ کھول

ہاں تو.....ایک تھی چڑیا ایک تھا کوا! چڑیا کا گھر تھا چھوٹا سا سرکاری کوارٹر، کوے کا گھر تھا بڑا سرکاری بنگلہ۔ چڑیا چھریرے بدن کی تھی اور کوا فربہ اندام تھا۔ چڑیا بس سے آفس آتی تھی، کوا کار سے آفس جاتا تھا، کوا چڑیا کے ساتھ چھیڑ خانی کرتا تھا، وہ اسے ٹالتی تھی، کوا چڑیا کو ٹیڑھی گردن کر کے ایک آنکھ سے دیکھتا، چڑیا کو کوا ایک آنکھ نہ بھاتا۔ وہ دوسری طرف منہ پھیر لیتی، کوا تھا چالاک اور چھچھورا، وہ ہمیشہ چڑیا سے کہتا "چلو چڑیا، تمہیں گھر تک ڈراپ کر دوں۔ بیٹھو میری کار میں!"

"نہیں! میں بس سے جاؤں گی۔ شکریہ!"

چڑیا کا ڈری باڈری ہو کر ایک ہی جواب دیتی۔

جب کوے کی دال نہیں گلی تو اس نے سوچا۔ "اب ڈائریکٹ چڑیا کے گھر ہی جانا چاہیے۔"

فضا بنانے کے لئے کچھ دنوں تک کوے نے چڑیا سے مسلسل کہا۔ "میں تمہارے گھر آؤں گا۔"

چڑیا نے کئی بار منع کیا۔ وہ اسے اور اس کے جیسے کوؤں کو اچھی طرح جانتی تھی، کیوں کہ دوسری چڑیوں نے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اسے بہت کچھ بتا دیا تھا۔لیکن کوا ضدی تھا وہ جو کچھ چاہتا اسے حاصل کر کے رہتا۔

چڑیا نے دل ہی دل میں طے کیا۔آنے دو ایک بار کوے کو گھر، پتہ چل جائے گا۔پھر ہمیشہ کی یہ کٹ کٹ دور ہو جائے گی!

اس نے کوے کو اتوار کی صبح بلایا، چڑیا کے گھر جانے کے لئے تیار کوا پہنچ گیا چڑیا کے گھر!

''چڑیا، چڑیا، دروازہ کھول۔'' کوا دروازے کے باہر سے بولا۔

''اجی سنتے ہو، دیکھو تو کون آیا ہے؟ میں بچے کو نہلا رہی ہوں۔'' چڑیا نے اندر سے بلند آواز میں کہا۔

''چڑیا چڑیا۔۔۔دروازہ کھول۔'' کوے کو کان پڑی آواز پر یقین نہ آیا۔

''اجی سنتے ہو! دیکھو دروازے پر کون ہے؟'' میں بچے کی آنکھ میں کاجل لگا رہی ہوں۔آپ ڈنڈ بعد میں پلیئے، پہلے دروازہ کھولیے۔اور ہاں دروازہ کھولنے سے پہلے مارشل کو زنجیر سے باندھ کر رکھیے، پتہ ہے نا کہ بغیر بھونکے ہی وہ ایک دم حملہ کرتا ہے۔''

.....اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کوا وہاں سے جان بچا کر بھاگا اور دوسرے دن سے چڑیا کو ''چڑیا بہن'' کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بندر بانٹ

مسجد مسمار کی گئی۔

مندر توڑے گئے۔

ترازو کا ایک پلڑا پھر جھک گیا، دونوں پلڑے برابر کرنے کے لئے مسلمانوں کو زندہ درگور کیا گیا، ہندوؤں کو لوٹا گیا۔ پلڑا پھر بھی جھکا کا جھکا رہا۔

دونوں پلڑے برابر کرنے کے لئے پھر لوٹ مار، آتش زنی، عصمت دری اور خون خرابہ ہوا۔ مگر پھر وہی بات۔ حتیٰ کہ بندر ترازو پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔ انصاف چاہنے والی بلیاں روہانسی ہوگئی تھیں ''ویٹ اینڈ میجر'' کے محکمے نے کہا۔ ''ترازو میں کھوٹ ہے!''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دھمک

سب جانتے ہیں کہ کرشنا آئیں گے، بانسری بجائیں گے، گوپیاں تالاب میں نہا رہی ہیں، کپڑے درختوں کی ٹہنیوں پر لٹکا دیے ہیں، گاؤں سے دور جنگل میں تالاب ہے اور تالاب تک پہنچنے کے لئے پتلی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈی چلی آئی ہیں، پرندوں کے چہچہے ہیں، پھولوں کی خوشبو ہے، تالاب پر درختوں کا گھیرا ہے، درختوں کے پیچھے پہاڑوں کا ڈیرا ہے۔

تمام گوپیاں نہا رہی ہیں لیکن ایک گوپی تالاب کے کنارے کھڑی ہے۔ سہیلیاں اس سے منوتی کرتی ہیں۔ ''آجا..... اتر جا، دیکھ پانی کتنا شیتل ہے، نہالے ہمارے ساتھ، کتنا مزہ آرہا ہے، کیا تیرا دل نہیں مچل رہا ہے۔''

کرشن مکھن چرا رہے ہوں گے، ہوسکتا ہے گھنے درختوں کے پیچھے چھپے ہوں اور گوپیوں کو انتظار کروا رہے ہوں، ساری گوپیاں کپڑے اتار کر تالاب میں چھلانگ لگا چکی ہیں، پانی میں جیسے آگ لگی ہے۔ مکھن بدن پگھل رہے ہیں، جل رہے ہیں۔

کب آتے ہیں کرشن کنہیا۔ کب گھاگھرا چولی چھپاتے ہیں۔ کب بنسی بجاتے ہیں۔

گوپیاں نہا رہی ہیں۔ ایک دوسرے پر چھپاک چھپاک پانی اڑا رہی ہیں کہ اٹکھیلیاں کر رہی ہیں، پرسکون پانی میں جیسے تلاطم مچا ہے۔

ایک گوپی تالاب کے کنارے کھڑی ہے۔

ایک گوپی جو اس کی خاص سہیلی ہے اس سے اصرار کرتی ہے، دیکھ میں تیرے سے بات نہیں کروں گی۔'' لیکن گوپی ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتی، وہ بہانوں پر اتر آئی ہے۔

''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، مجھے زکام ہے۔''

تبھی سناٹا بج اٹھتا ہے۔ پگڈنڈی پر کسی کے آتے ہوئے قدموں کی دھمک ہوتی ہے۔ سناٹا تھرتھراتا ہے، قدموں کی دھمک چاپ میں بدل جاتی ہے اور..... ''اوئی میا!'' کی آواز کے ساتھ گوپی پانی میں کود جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

کوّے اور پیاس

گرمیوں کے دن تھے سورج آگ اگل رہا تھا، چاروں طرف پیاسے کووں کی کائیں کائیں! کووں کی ڈار پانی کے لئے بھٹک رہی تھی لیکن دور دور تک پانی نہ تھا جو کچھ بھی پانی جیسا نظر آتا وہ ذرا سی دیر میں سراب میں تبدیل ہو جاتا ڈار میں کوؤں کا رہنما بھی تھا یوتھ لیڈر بھی تھا بزرگ بھی تھے۔

تبھی کوؤں کو مٹی کا گھڑا نظر آیا پیاس کی شدت میں بے تحاشہ اضافہ ہو گیا کوے گھر کے قریب اتر آئے گھڑے میں جھانک کر دیکھا۔ پیندے میں پانی جھلملا رہا تھا وہاں تک کوؤں کی چونچ کا پہنچنا ناممکن تھا۔

تبھی ایک سینئر کوا سامنے آیا اسے اپنے آبا و اجداد کی کہانی یاد آئی اس نے وہ کہانی دہرائی۔ اس پر یوتھ لیڈر منہ بچکا کر بولا اب زمانہ بدل گیا ہے پرانا سب کچھ بھول جاؤ۔ نئی کوئی ترتیب لڑاؤ گھڑے بھر کر کنکر جمع کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت کہاں ہے۔

''ہاں ہاں'' دوسرے نوجوان کوے چلائے ہمیں جلد ریزلٹ چاہیے زندگی تیز رفتار ہے ہمیں زمانے کے ساتھ چلنا ہے۔

''بزرگوں کے تجربے سے انکار ٹھیک نہیں، ایک کام کرتے ہیں، دو تین بڑے پتھر لا کر گھڑے میں ڈالتے

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ہیں۔"

"یہ بڑا رسک ہے لیکن رسک اٹھائیں گے تبھی تو پرفارمنس کی قدر ہوگی اب زمانہ بدل گیا ہے طریقہ کار بدلنا ہوگا ذرا آؤٹ آف فریم سوچو۔"

سینئر کوابار بار یوتھ لیڈر اور نوجوانوں سے کہتا ہے کہ ایسا مت کرو پہلے ہی ہم کافی تھک چکے ہیں بڑے پتھر اٹھانا ہماری استطاعت کے باہر کی بات ہے۔ پتھر اٹھاتے ہوئے کوئی اگر زخمی ہوگیا تو منزل پر پہنچنا مشکل ہوگا۔ پیاس سے جان جائے گی سوالگ، لیکن لیڈر کی بات کوئی سننے کو تیار نہیں تھا۔

گھڑا جس شیڈ میں رکھا ہوا ہے اس شیڈ کی چھت پر کنارے کی طرف بڑے پتھر ہیں کچھ کوے چھت پر چڑھ کر بڑے پتھر گھڑے میں گراتے ہیں اور گھڑا ٹوٹ جاتا ہے جو تھوڑا پانی جھل مل کر رہا تھا وہ بہہ جاتا ہے۔

پیاسے کوے پھر گھونٹ بھر پانی کی تلاش میں اڑ جاتے ہیں۔

پھر نظر آرہی ہے صراحی!

صراحی میں پانی ہوگا اس توقع میں کوے صراحی کے قریب اکھٹا ہوجاتے ہیں صراحی میں جھانک کر دیکھا نہیں جاسکتا اندر اندھیرا نظر آتا ہے۔

کوؤں کا سینئر کہتا ہے اس صراحی میں اگر چھوٹے چھوٹے کنکر ڈالے گئے تو پانی اوپر آئے گا تبھی یوتھ لیڈر چڑھ کر کہتا ہے پھر وہی کہانی پھر وہی خواب! اگر پانی نہ ہوا تو محنت ضائع ہوجائے گی صراحی کا منہ اتنا چھوٹا ہے اس میں ڈالنے کے لئے چھوٹے چھوٹے پتھر کہاں سے لائیں گے وقت ضائع ہوگا چلو یہاں سے دوسری طرف۔

لیکن یوتھ لیڈر کی بات سننے کو کوئی تیار نہیں۔ اس کا ایک نوجوان ساتھی کہتا ہے صراحی میں پانی ہونا ہو، میں رسک لینے کو تیار ہوں فرض کیجئے صراحی میں پانی ہے تو ہمارا بھٹکنا ختم ہوگا کوشش کریں گے کچھ نہیں ہوگا ایسا سوچنا ٹھیک نہیں ہے اگر اس صراحی میں پانی ہے تو ہمیں ملنا چاہیے۔

ہاں ہمیں ملنا چاہیے سارے کوے چلاتے ہیں۔

یوتھ لیڈر نوجوان کوے سے خوف کھاتا ہے کیا یہ اس کی لیڈری چھیننا چاہتا ہے۔

ڈار کے تمام سینئر کوے اس نوجوان کا شمار پاگلوں میں کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

کیا ہمارے تجربات کی کوئی اہمیت نہیں ہے تمہارے اس بے سر پاؤں کی بات کا کوئی مطلب نہیں ہے اپنے آپ کو سب سے زیادہ ہوشیار مت سمجھو!

نوجوان کو اکسی کی بات نہیں سنتا وہ سب سے گزارش کرتا ہے" مجھے صرف ایک موقع دیجئے آخر اسے موقع دیا جاتا ہے نوجوان کو اڑ کر دور نکل جاتا ہے۔

سمندر میں پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔ایک کو اشعر پڑھتا ہے۔

سمندر کا سمندر پی چکا ہوں

مگر میں پھر بھی پیاسا ہی رہا ہوں

سارے کوے اس کی طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور اس سے دور چلے جاتے ہیں۔

پھر گھڑا نظر آتا ہے اس میں پانی ہے سینئر کوا خاموش ہے کیا کہے؟ کیا بتائے؟ یہاں تو سب استاد ہیں ہر ایک کو سبق یاد ہے پرانے لوگوں نے اپنے تجربات سے جو علم اور گیان حاصل کیا وہ سب پرانے زمانے کے ساتھ پرانا ہو گیا نئے زمانے کے نئے تقاضے ہیں۔

نوجوان کوے رفتار کی لالچ اور فوری ریزلٹ کی جلد بازی میں ممکنہ کارگزاری بھی نہیں کر سکے یہ بات سینئر کوے کے دل میں کانٹے کی طرح چبھتی ہے۔

سیانا کوا شعر کا مطلب جاننا چاہتا ہے لیکن پیاس سے حلق سوکھ رہا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

مرگ چھالہ

اونچی اٹاری پر بیٹھی کوشلیا پریشان ہے بچے صبح سے شکار پر گئے ہیں ابھی تک نہیں لوٹے۔ دوپہر بیتنے کو ہے کہاں گھوم رہے ہوں گے بھوکے پیاسے۔ تبھی ایک ہرنی آتی ہے اور کوشلیا سے رو رو کر شکایت کرتی ہے ''تمہارے بچوں نے ایک عدد مرگ چھالہ (ہرن کی چمڑی) کے لئے میرے محبوب ہرن کو مار ڈالا ہے کیا انھوں نے یہ ٹھیک کیا ہے؟ تم کہو کہ اب میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ اس دنیا میں میرا اب کوئی نہیں ہے آپ لوگوں کے پاس پہننے بچھانے کو اتنے سارے لباس ہیں پھر بھی مرگ چھالہ کی اتنی لالچ کیوں؟

کوشلیا جواب نہیں دے پاتی اٹاری سے ہٹ جاتی ہے اس کا دل بے چین ہو جاتا ہے من کو شانت کرنے کے لئے وہ پوجا کرتی ہے لیکن پوجا کرنے کے لئے وہ جس پر بیٹھی ہے وہ مرگ چھالہ ہی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

آگ

وہ فائر بریگیڈ میں کام کرتا تھا۔ وہ ہر طرح کی آگ بجھاتا تھا۔ آگ گھاس پھوس میں لگے یا کیمیکل کے گودام میں جھونپڑ پٹی میں لگے یا بلڈنگ میں، دکان میں لگے یا موٹر کار میں، اس میں بے ایمانی کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اس لئے وہ ایماندار تھا۔ رات ہو یا دن وہ ہمیشہ مستعد رہتا۔ اپنی بہترین کارکردگی کے لئے اسے کئی میڈل ملے تھے۔ جنہیں چھٹی کے دن شوکیس سے نکال کر وہ بڑے پیار سے صاف کرتا اور پھر سجا کر رکھ دیتا۔ اپنی مستعدی اور وابستگی کے لئے وہ دور دور تک مشہور تھا۔ اور اس سال تو وہ زیادہ سے زیادہ ہی خوش تھا کیوں کہ آگ بجھانے کے سب سے بڑے اعزاز سے نوازا جانے والا تھا۔

ایک بار ایک بلڈنگ میں شارٹ سرکٹ سے آگ لگی۔ وہ بڑی اور لمبی سیڑھی سے تیسرے منزلے کی آگ بجھا رہا تھا کہ اسے چوتھے منزلہ کے باتھ روم میں گنگناتی ایک آواز کا احساس ہوا، باتھ روم کی کھڑکی کا ایک کانچ ذرا سا ٹوٹا ہوا تھا اور اندر آگ سے بے خبر ایک دوشیزہ اپنے آپ میں گم نہا رہی تھی، وہ تیسرے منزلے کی آگ بجھانا بھول گیا، دوشیزہ نے اسے دیکھا تو گالیاں دینے لگی اور چیخنے لگی اس نے کہا "بھاگو، تیسرے منزلے پر آگ لگی ہے" تب اس کے ہوش ٹھکانے آئے اور وہ اپنے کو بچانے کے لئے استدعا کرنے لگی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

وہ کسی فلمی اداکار کی طرح اس کے فلیٹ میں پہنچا اور اسے اپنی بانہوں میں اُٹھا لیا، آگ پھیلتی جا رہی تھی دوشیزہ کو لے کر وہ کتنی دیر تک کھڑا رہا اسے نہیں پتہ وقت جیسے تھم گیا تھا، بعد میں اسے گراؤنڈ فلور پر چھوڑ دیا ۔اُسے دوشیزہ کو بچانے میں بڑا مزہ آیا۔ایک بار درخت پر پھنسی بلّی بچانے میں وہ کامیاب ہوا تھا، بلّی کی مالکن کی وہ متشکرانہ نظریں دوشیزہ کے روئیں روئیں سے بچانے جانے کی ممنونیت اسے رات دن پر مسرت اور سحر زدہ رکھتیں۔

ایک رات جب وہ ایک گودام کی زبردست آگ بجھا کر اپنے گھر واپس آیا تو سوچ رہا تھا کہ اس ایڈونچر کے بارے میں بیوی سے کہے گا وہ بہت خوش ہوگی کر گھر پہنچا۔اپنی چابی سے تالا کھول کر اندر آیا تو بیوی کو خلافِ معمول جاگتا پایا۔وہ سلوٹوں بھری چادر پر لیٹی تھی اور خوفناک نظروں سے اُسے گھور رہی تھی۔"کیا دُنیا بھر کی آگ بجھانے کا ٹھیکہ تم نے ہی اُٹھا رکھا ہے؟ یہاں میں بھڑ بھڑ جل رہی ہوں۔۔۔۔۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

آسیب

زندگی کی حرارت سے بھرپور ٹوٹے پھوٹے اقدار کے کھنڈروں میں تبدیل بے حس اور زنگ آلود شہر اپنے معمولات کی طرف رواں دواں تھا۔ شہر کے ہائی وے سے بسیں گزر رہی تھیں۔ لوگ باگ ایک دوسرے سے بے نیاز دن بھر کے منصوبوں کی جگالی کرتے بیٹھے تھے۔ ان کے بغل میں بیگ لٹک رہے تھے جس میں ایک آدھ پراٹھا اور رات کا سالن تھا۔ پھر یہ ہوا کہ اچانک بس رک گئی۔

پھر کوئی بولا ''لڑکی بے ہوش ہوگئی ہے، نہیں شاید مدد کے لئے پکار رہی ہے۔''

تب میں نے اپنا سر کھڑکی میں لگی سلاخوں سے نکال کر باہر دیکھا۔

''آگے جانے والے کسی ٹرک نے اسے کچل دیا۔''

''مگر وہ مری نہیں ہے اسے اسپتال لے جانا چاہیے۔''

کوئی بولا تو میں نے اپنی گردن اندر سیکڑ لی اور پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی لڑکیوں کو دیکھنے لگا۔ پچھلی لمبی سیٹ پر سات لڑکیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے مگر وہاں گیارہ لڑکیاں بیٹھی ہیں۔ ہر اسٹاپ پر ایک لڑکی اترتی گئی مگر سیٹ یہ نہیں بتاتی کہ لڑکیاں اتری ہیں۔ ان لڑکیوں میں زبردست Flexibility ہے۔ یہ لڑکیاں بس کے ہچکولوں کے ساتھ ڈولتی ہیں اور ''اوہ، آہ، آوچ'' کرتی ہیں۔ اندر ان کا کوئی Electode دبتا ہے شاید۔

''آفس جارہی تھی بے چاری۔''

''بس کیوں نہیں چل رہی ہے۔''

''ہم لیٹ ہوجائیں گے۔''

''یہ روز کی بات ہے۔''

''ارے آپ لوگ کس مٹی سے بنے ہیں۔'' اس کی بات پر لوگ ہنستے ہیں اور کہنے والے کو چپ ہوجانے کا

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اشارہ کرتے ہیں۔

''ابے چپ ہوتا ہے کہ دوں ایک۔ماں کی آنکھ۔جب سے دماگ کی دہی کررئے لا ہے۔''

ہماری بس جائے واردات سے بہت آگے نکل آئی ہے۔مگر مجھے لگتا ہے کہ بس وہیں رکی ہوئی ہے اور وہ لڑکی ہاتھ اٹھائے مدد کی طلبگار ہے۔

ایک پروفیسر نما شخص کہتا ہے۔''وہ اصحاب کہف والی بات کرتا ہے۔''

''کون؟''

''وہ شخص جو ابھی انسانیت کی دہائی دے رہا تھا۔''

''ہاں!اس کا سکہ کھوٹا ہو گیا ہے وہ اسے پھر بھی یہاں چلانا چاہتا ہے۔'' کنڈکٹر کہتا ہے۔

''یہ روز کی بات ہے جناب!روز اسی طرح اسی وقت لڑکی ہاتھ اٹھائے مدد کی درخواست کرتی ہے۔لیکن ہم پھنسنا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ہماری منزل نہیں ہے۔''

''تم ایک بار!صرف ایک بار اس کی مدد نہیں کر سکتے۔''

''ابے چپ بیٹھتا ہے کہ نہیں، کہ دوں ایک کان کے نیچے۔!''

''وہ آسیب ہے صاحب!روزانہ نظر آنے والا آسیب!ایک دن چند لوگ آپ کی طرح گئے تھے وہاں اس کے پاس مدد کرنے،انہوں نے سوچا تھا کہ اٹھا کر لے جائیں گے اسپتال،مگر پولس کے جھنجھٹ میں پھنسنا نہیں چاہتے تھے لوگ۔انہیں آفس بھی جانا تھا۔آفس میں باس کو مسکہ بھی لگانا تھا۔شام میں بیوی کی ڈانٹ بھی کھانی تھی۔بچوں کو پھٹکارنا بھی تھا،ان کا پورا دن مصروف تھا،وہ ہمیشہ ہر جگہ لیٹ ہو رہے تھے۔مگر صاحب!!دیکھتے ہی دیکھتے اس لڑکی کا چہرہ پگھلا اور وہ غائب ہو گئی۔'' کنڈکٹر چپ ہو گیا۔

''آپ لوگ چھوٹے شہر سے آئے ہیں اس لئے آپ کے اقدار پرانے ہیں۔اس شہر میں قصبائی ذہنیت نہیں چلے گی۔''

''تم کس کو گالی دے رہے ہو؟''

''میں نے کسی کا نام لیا کیا؟''

''آج کی بے حسی نے حقیقت کو آسیب بنا دیا ہے میرے دوست۔وہ شخص جو اصحاب کہف کی طرح باتیں کرتا تھا،بس سے اتر گیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

لائن حاضر لڑکیاں

کہنہ مشق غریب شاعر اپنے پندرہ بائی سات کے کمرے میں اپنے بے تکلف نوجوان دوست کو لے گیا۔ اندر غریب شاعر کی سات جوان بیٹیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ غریب شاعر نوجوان دوست کی غزلوں پر اصلاح دیتے تھے اور نوجوان دوست انہیں معاوضہ ادا کرتا تھا۔ جب غریب شاعر اسے اپنے کمرے میں لے گئے تو سات جوان بیٹیاں جو بیٹھی تھیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کسی نے دیوار کی طرف چہرہ کیا تو کوئی چھت کو دیکھنے لگی تو کسی نے اسٹو میں پمپ مارنا شروع کیا۔ چھوٹی بیٹی پانی لانے گئی۔

''ان سے منہ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ یہ اپنے ہی آدمی ہیں۔'' غریب شاعر نے لڑکیوں سے کہا۔ کمرے کے اندھیرے کونے میں کوئی کھانس رہا تھا۔ نوجوان نے اس طرف دیکھا تو غریب شاعر بولا'' میری بیوی ہے، رات دن کھانستی رہتی ہے۔'' غریب شاعر نے لڑکیوں کا تعارف کرنا شروع کیا۔ نوجوان نے دیکھا لڑکیاں خوبصورت ہیں۔ ایک لڑکی نے اسے بیٹھنے کے لئے اسٹول دیا تو دوسری نے پانی کا گلاس دیا۔ غریب شاعر نے کہا'' چائے بناؤ۔''

''اتنے چھوٹے سے کمرے میں آپ اتنے سارے لوگ! کمرے میں مالیہ بھی نہیں! نوجوان نے حیرت کا اظہار کیا۔ اس پر بھی غریب شاعر کے چہرے سے مسکراہٹ نہیں گئی۔'' کافی بڑا کمرہ ہے ہمارا۔''

'' آپ کہاں سوتے ہیں؟'' نوجوان شاعر نے پوچھا' جی میں میں گھوڑے جیسا کھڑے کھڑے سوجاتا ہوں۔ ان ساتوں لڑکیوں کی جوانی نے میری نیند اڑا دی ہے۔'' مسکراہٹ غریب شاعر کے ہونٹوں سے جانے کا نام نہیں لیتی تھی۔ اس نے نوجوان سے کہا'' اے میری لڑکیوں پر لائن مت مارنا۔'' اور ہو ہو ہو ہو کر کے ہنسنے لگا۔ نوجوان سوچتا رہ گیا کہ اس نے مت مارنا کہا ہے یا مارنا کہا ہے!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

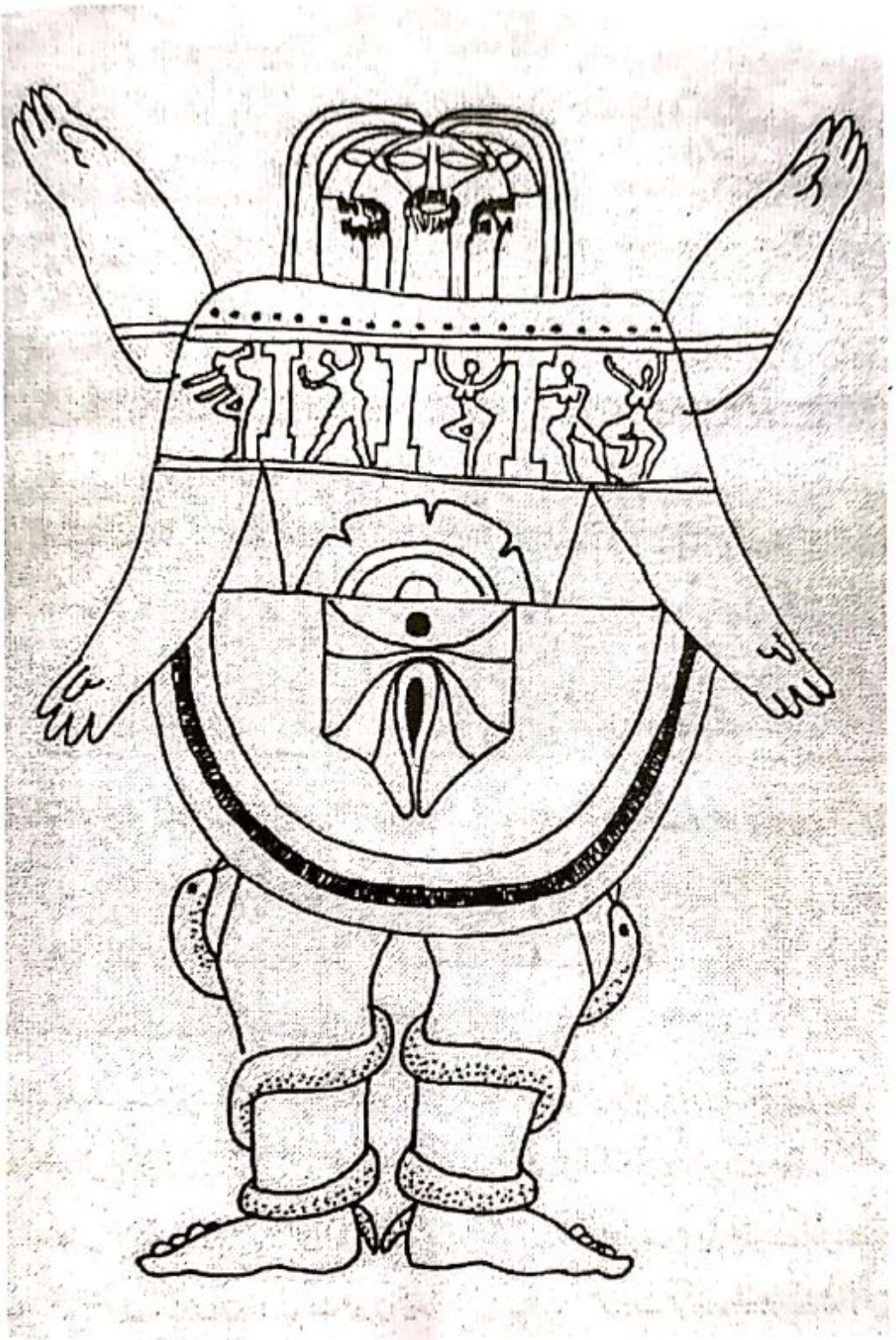

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

شاعر اور بھوک

شاعر اپنی شاعری کو روزگار سے جوڑنا چاہتا تھا لیکن وہ ناکام تھا، جس طرح ہم اردو کو روزی روٹی سے جوڑنا چاہتے ہیں اور ناکام ہیں۔ وہ نہ بی اے تھا نہ ایم اے، اگر ہوتا تو اردو سے روٹی کماتا اور اپنے بچوں کو انگریزی میں پڑھاتا۔ صبح صبح چائے دینے کی بجائے اس کی بیوی نے آٹے کا خالی کنستر دکھایا اور وہ گھر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جس طرح بھاری بھرکم پورس کے ہاتھی ڈر کے الٹی طرف بھاگے اور اپنی ہی فوج کو روندڈالا اسی طرح ڈر کر شاعر بھاگ کھڑا ہوا اور اس کی بیوی نے کہا ''میرے تو نصیب پھوٹ گئے۔''

شاعر کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ وہ شاعری کرتا ہے۔ یہ خود ایک بڑا تھکا دینے والا اور ذمہ داری کا کام ہے پھر اسے روٹی کیوں میسر نہیں ہے۔ روٹی کے لئے آخر وہ دوسرا کام کیوں کرے؟

وہ چلتا ہوا ایک زیر زمین سب وے میں جا گھسا۔ جب باہر نکلا تو آزاد میدان میں کھڑا تھا۔ آزاد میدان کا پس منظر احتجاجی نعروں سے گونج رہا تھا۔ ہزاروں مٹھیاں فضا میں تن رہی تھیں لیکن کوئی نظر نہیں آ رہا تھا جیسے ہی آزاد میدان میں داخل ہوا، بھوک وہاں ٹھان مارے بیٹھی تھی اور اس کے ننھے ننھے پلے میدان میں کھیل رہے تھے۔

شاعر بھوکا تھا، اس نے بھوک پر پچاسوں نظمیں لکھی تھیں، بھوک نے شاعر کو دیکھا اور کسی ڈائن کی طرح ہنسی اس کے بالوں کی لٹیں برگد کی جڑوں کی طرح جھولنے لگیں اس کے دانت آری کی طرح تیز تھے اور اس کی لمبی زبان لپلپا رہی تھی۔ جس طرح گرگٹ اور مینڈک زبان نکال کر دور ہی سے کیڑے مکوڑے پکڑتے ہیں۔ اسی طرح اپنی لمبی لچکدار زبان سے اس نے شاعر کو چاروں طرف سے باندھ لیا اور کچ کچا کر چبا گئی۔

بعد میں بھوک نے ایک نیوز چینل کو بتایا کہ شاعر لذیذ تھا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

سومناتھ

ناگپور پولس لائن میں ہمارا بنگلہ تھا۔ کئی کمرے تھے۔ ایک کمرے کی کھڑکی میں میں بیٹھ جاتا اور میدان میں کھیلتے بچوں کو دیکھتا رہتا۔ وہیں میں کلاسک پڑھتا، فلمی رسائل بناتا۔۔۔ اماں میدان میں کھیلنے کے لئے جانے کو کہتیں۔۔۔ میں صرف اس وقت کھڑکی سے اترتا جب آپا سودا سلف لانے جاتیں۔ ایک بار اچانک کیا ہوا کہ اماں نے مجھے اکیلے ہی سودا لانے بھیج دیا۔۔۔ میں چونک گیا، میں نے کہا "آپا۔۔؟"

ماں بولی "آپا آج سے سودا لانے نہیں جائے گی۔"

میں نے سوال کیا "کیوں نہیں جائے گی؟"

اماں نے کہا "بس بول دیا نا نہیں جائے گی، زیادہ چبر چبر مت کر میں جواب کے لئے چھٹپٹاتا رہا۔ میں سودا لانے چلا گیا۔ جواب بہت بعد میں ملا۔ ایک بار میں میدان سے گزر رہا تھا۔ وہاں لڑکے فٹ بال کھیل رہے تھے۔ ایک نے مجھے پکڑ لیا اور میرا سینہ زور سے دبایا میں تڑپ کر اپنے آپ کو چھڑانے لگا۔ وہ لڑکا ہمارے بنگلے کے ورانڈے کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں آپا کھڑی تھیں۔ آپا کو دیکھ کر وہ لڑکا عجیب حرکتیں کرنے لگا۔ کمر لچکانے لگا، فحش فقرے کسنے لگا۔۔۔ مجھے غصہ آ گیا۔ لڑکا مجھ سے بڑا تھا۔ میں نے اسے دو تھپڑ جڑ دیے اور اس کے ہاتھ پر کاٹ لیا۔ وہاں موجود لڑکے دوڑ کر آئے اور مجھے چھڑایا۔ میں روتا ہوا گھر آیا۔

آپا نے پوچھا "ارے کیا ہوا؟" میں چپ رہا۔ آپا نے پھر پوچھا "ارے کیا ہوا؟" میں نے کہا "تم ورانڈے میں مت کھڑی رہا کرو۔" بعد کے دنوں میں میرا دل چاہا کہ آپا کو دنیا کی نظروں سے چھپا دوں۔ بہت بعد میں جب ان کی شادی ہوئی تو مجھے ان کا دولہا محمود غزنوی لگا۔ جیسے سومناتھ لوٹنے آیا ہو۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دھر پکڑ

شہر کے چاروں طرف گھنا جنگل تھا۔ شہر پھیلتا گیا۔ ایک وقت ایسا آیا کہ جنگل اور شہر ایک دوسرے میں ضم ہو گئے۔ شہر میں جنگل کا قانون نافذ ہو گیا۔ یہ قانون کس نے اور کیسے نافذ کیا۔ اس کے بارے میں وقت خاموش ہے اور تاریخ گم صم۔

جنگل کے بادشاہ کی جانب سے اعلان ہوا کہ لومڑیوں کو دیکھتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔ بس پھر کیا تھا، لومڑیوں کی دھر پکڑ شروع ہو گئی۔ لومڑیوں کو ان کا جرم نہیں بتایا جا رہا تھا، انھیں مار پیٹ کر کسی نامعلوم جرم کو قبولنے کے لئے مجبور کیا جا رہا تھا۔ ایسے میں گیدڑ نے دیکھا کہ اونٹ پریشانی کے عالم میں بھاگا جا رہا۔ اس نے اونٹ کو روکا اور پوچھا۔ ''میاں اس طرح پریشان ہو کر کہاں بھاگے جا رہے ہو۔''

اونٹ بمشکل اپنی سانسوں پر قابو پا سکا اور اس نے جنگل کے بادشاہ کا حکم سنایا کہ لومڑیوں کو دیکھتے ہی گرفتار کر لیا جائے۔

''مگر تم تو اونٹ ہو، تم کیوں پریشان ہو رہے ہو۔'' گیدڑ نے حیرت سے پوچھا۔

اونٹ بولا۔ میں جانتا ہوں کہ میں اونٹ ہوں، لیکن اس جنگل راج میں مجھے ڈر ہے کہ کہیں لومڑی سمجھ کر گرفتار نہ کر لیا جاؤں۔''

اور کہتے ہیں کہ اونٹ کا خدشہ صحیح ثابت ہوا۔ بے چارہ اونٹ گرفتار کر لیا گیا۔ اسے مارا پیٹا گیا۔ کسی نامعلوم جرم کو قبول کرنے کے لئے اسے مجبور کیا گیا۔ وہ بے چارہ چیختا چلاتا ہی رہا کہ میں اونٹ ہوں، لیکن کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے انڈا سیل میں قید کر دیا گیا جہاں وہ ٹھیک سے کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے حکومت کو کوسا، پولس والوں کو جی ہی جی میں گالیاں دیں۔

کئی لومڑیاں بھی گرفتار کی گئی تھیں۔ ان میں کچھ لومڑیاں جن کی اوپر تک پہونچ تھی، انھوں نے اپنے آپ کو اونٹ ثابت کر کے آزاد کرا لیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

مشاعرہ

جنگل میں ایک مشاعرے کا انعقاد، غزل پڑھنے کے لئے سب سے پہلے کوے کو بلایا گیا۔
کوے نے ہاؤ بھاؤ درست کئے اور سگریٹ کا کش لگایا، منہ بچکایا، مفلر گلے میں ٹھیک کیا اور غزل کی جگہ اپنی ایک نظم سنائی۔

''نظم کا عنوان ہے۔ کرکش گان۔''

''غزل، غزل''۔ سامعین چلائے۔

''نہیں، میں تو نظم ہی سناؤں گا۔'' کوے نے کہا اور نظم سنانی شروع کی۔

''کھراک کھراک کھراک
کائیں کائیں، کھراک کھراک!''

سامعین کی کچھ سمجھ میں نہ آیا تو ہوٹنگ شروع ہوگئی۔

''مجھے آپ کی واہ واہ نہیں چاہئے۔ مجھے نظم پڑھنے دیجئے۔'' کوا بولا۔

''بند کرو، بند کرو یہ بکواس، یہ بھی کوئی شاعری ہے۔''

''یہ جدید شاعری ہے۔'' کوے نے کہا۔

''آپ بیٹھ جایئے، آپ کو بعد میں موقع دیا جائے گا۔'' اناؤنسر نے کوے سے درخواست کی۔

''میں کیوں بیٹھوں۔'' کوا چلایا۔

''بکواس بند کرو، واپس جاؤ۔'' سامعین چیخے۔ ''یہ بھی کوئی شاعری ہے، نہ سر نہ پیر۔''

کوا چڑھ کر بولا ''آپ لوگ شاعری سننے کے لائق نہیں، آپ کو کوئل کی کوک چاہئے، جو شاعری نہیں گائیکی ہے۔''

''ارے چل، بڑا آیا ہمیں شاعری کی پہچان کرانے والا، بال سفید ہوگئے ہمارے۔'' کوئی بولا۔

''کوئل کو بلاؤ، کوئل کو بلاؤ۔'' چاروں طرف سے شور اٹھنے لگا۔

تب پھر کیا تھا۔ کوئل کو بلایا گیا۔ میک اَپ میں سجی دھجی کوئل آئی۔ سریلی تان چھیڑی اور مشاعرہ لوٹ لیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

عام آدمی

کشتی چلی جارہی تھی۔ چھلک چھلک۔۔۔۔ چھلک چھلک۔

کشتی جب منجدھار میں پہونچی تو دونوں کنارے بہت دور رہ گئے۔ ناخدا نے کہا:

کوئی ایک شخص کشتی سے کم ہوجائے تو کشتی نہیں ڈوبے گی اور صحیح سلامت منزل مقصود تک پہنچ جائے گی اور اگر کوئی شخص کم نہ ہوا تو خدانہ کرے۔ کشتی ڈوب جائے گی، آپ لوگ یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لیں"

ناخدا کا یہ اعلان سن کر کشتی میں بیٹھے افراد کی سٹی گم ہوگئی۔ ہڑبونگ مچ گئی۔ کشتی میں بھانت بھانت کے لوگ سوار تھے۔ سادھو، دانشور، مولوی، تاجر، پجاری، اعلیٰ ذات کے، نچلی ذات والے، لیڈر، پہلوان، کمزور، طاقتور۔ ان میں ایک عام آدمی بھی تھا۔

سبھی چاہتے تھے کہ عام آدمی کو اس دفعہ پھر سے بے وقوف بنایا جائے، اسے پانی میں کودنے پر مجبور کیا جائے۔ اگر نہ مانے تو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا جائے۔ وہ تیر کر پار جاسکتا ہے، بھلے ہی اسے تیرنا نہ آتا ہو، مگر وہ ذرا سی جدوجہد سے تیرنا سیکھ ہی جائے گا۔

ایک ایک کر کے تمام افراد نے اپنے انداز میں عام آدمی سے پانی میں کودنے کی التجا کی، اپنے جان و مال کی دہائی دی، مگر عام آدمی ایسا ڈھیٹ تھا کہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ دادا قسم کے ایک شخص نے جھلا کر کہا" کوئی ضرورت نہیں ہے اس طرح گڑگڑانے کی، میں ابھی اسے اٹھا کر پانی میں پھینک دیتا ہوں۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اور وہ آگے بڑھا۔۔۔

تبھی مولوی اور سادھو قسم کے دو افراد نے اسے منع کر دیا کہ یہ تو گناہ ہے، پاپ ہے۔

عام آدمی تو تڑاک پر اتر آیا۔ ''میں کتنی دفعہ ڈوبا، مگر میری مدد کو کوئی نہ آیا۔'' وہ بس یہی ایک رٹ لگائے ہوئے تھا۔ اسے طرح طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا گیا۔ منت وسماجت کر کے، گڑگڑا کے، حکم دے کر، دھمکی دے کر، مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جب وہ کسی طور نہیں مانا تو تمام لوگ لیڈر کے پاس پہونچے اور کہا کہ ''اگر عام آدمی ہماری بات نہیں مانے گا تو ہم اسے زبردستی اٹھا کر پانی میں پھینک دیں گے۔''

لیڈر نے انھیں سمجھایا ''ایسا کرنا عام آدمی کے ساتھ ناانصافی ہوگی اس کی گا۔۔۔۔ میں نومن چربی ہے، میں دیکھتا ہوں اسے۔''

لیڈر نے ایک جوشیلی تقریر کی۔ جذباتی تقریر۔۔۔۔ مٹھیاں ہوا میں لہرائیں، تقریر میں دردمندی اور مزاح کے جوہر دکھائے، جذبات ابھارے، مردانگی کو للکارا، نعرے لگوائے، تالیاں پٹوائیں، تاریخ کا حوالہ دیا کہ ہم مر مٹیں گے مگر اپنی کشتی کو ڈوبنے نہیں دیں گے۔

بس پھر کیا تھا۔ عام آدمی جذباتی ہو گیا، وہ جوش میں آ کر ہوش کھو بیٹھا اور پانی میں کود گیا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بچت

شوہر نے بیوی کی طرف دیکھا۔ پوسٹ آفس بچت بینک کی پاس بک نکالی، کچھ سوچا، پھر بیوی کی طرف دیکھا۔ ان کے خوابوں نے حقیقت کا روپ دھارنے کے لئے زور مارا تھا اور دھیرے دھیرے وہ لوگ خرچ کو آمدنی سے کم کرنے لگے تھے۔ اگرچہ یہ عمل جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ تاہم اتنی گنجائش ضرور ہوگئی تھی کہ وہ ہر ماہ کچھ روپے بچا سکیں اور اسی طرح انھوں نے بچت شروع کر دی تھی۔

لیکن ایک دن کیا ہوا کہ بیوی کا بدن درد سے ٹوٹنے لگا۔ شام ہوتے ہوتے اسے زور کا بخار چڑھا۔ رات بھر وہ بڑبڑاتی رہی۔ صبح کو بخار اترا تو ڈاکٹر نے دوائیں تجویز کیں۔ نسخہ پکڑا کر چلا گیا۔

شوہر سوچتا رہ گیا۔ جیب خالی تھی۔ کیا کرے، کیا نہ کرے۔ آخر بچت بینک کی پاس بک نکالی اور پوسٹ آفس جا کر ساری رقم نکال لایا جس سے دواؤں کا خرچ پورا ہوا۔ بیوی کی صحت سدھرنے لگی۔ جب وہ صحت یاب ہوگئی تو شوہر بولا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ بچت وچت اپنے بس کا روگ نہیں، نہ ہم بچت کرتے، نہ تم بیمار پڑتیں۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اُردو اخبار : چار کہانیاں

ایک

کافی جدوجہد کے بعد اُردو صحافیوں نے اپنا پتر کار سنگھ بنایا تو ایک اخبار کا مالک اس کا صدر بن بیٹھا، دوسرے اخبار کا مالک سکریٹری بن گیا اور باقی غیر اہم عہدے دیگر صحافیوں میں تقسیم کر دیئے گئے ۔۔۔۔تمام سرکاری مرعات و سہولیات پتر کار سنگھ کے صدر اور سیکریٹری حاصل کرنے لگے حتیٰ کہ انہیں ہاؤسنگ اسکیم میں فلیٹ بھی مِل گئے اور دوسرے صحافی دیکھتے ہی رہ گئے۔

پریس کلب میں غم غلط کرتے ہوئے ایک صحافی نے کہا۔ ''پتر کار سنگھ ہم نے اپنے مسائل حل کرنے کے لیے بنایا تھا لیکن اسے مالکان لے اُڑے، کیا صحافیوں کے پرابلم کبھی مالکان کے پرابلم ہو سکتے ہیں''۔

ٹیبل پر بیٹھا ایک خصیہ بردار صحافی بولا۔ ''ارے بھائی، وہ مالکان کے ساتھ چیف ایڈیٹر بھی تو ہیں''۔

دو

''پچھلے دنوں ایک بڑا ادبی پروگرام منعقد ہوا لیکن اس میں کسی اُردو اخبار نے اپنا نمائندہ نہیں بھیجا۔ جبکہ سیاسی، مذہبی، سماجی چھوٹے پروگراموں میں اُن کے نمائندے حاضر رہتے ہیں''

''اخباروں میں نا کافی اسٹاف ہوتا ہے''

''چلو مان لیا، لیکن دوسرے دن ادبی پروگرام کے آرگنائزر نے پروگرام کی رپورٹ اور تصویریں ای میل

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

سے بھیجیں، اسے بھی کسی نے شائع نہیں کیا۔دو چار دنوں بعد تعلقات کی بنا پر یاددہانی کرائی گئی تو ایک آدھ اخبار نے رپورٹ شائع کردی۔ کسی نے تصویریں چھاپ دیں، ایک نمائندے نے بتایا کہ ادبی پروگرام سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ اخبار کو، نہ اخباری نمائندوں کو۔۔۔ نہ ادبی پروگرام کرنے والے اخبار کو کوئی اشتہار دیتے ہیں، نہ نمائندوں کے لیے کوئی اٹریکشن ہوتا ہے"۔

تین

ایک اخبار میں تنخواہ وقت پر نہیں ملتی تھی، ایک تو کم تنخواہ اور اس کے ملنے کا بھروسہ نہیں۔ غصہ بڑھا اور کمپیوٹر آپریٹروں نے ہڑتال کردی، کہہ دیا آج اخبار نہیں نکلے گا۔ اخبار مالک نے فون پر آپریٹروں سے مِنّت سماجت کی، تب اخبار نکلا، دوسرے دن تنخواہیں دے دی گئیں۔ اگلے ماہ سے آپریٹروں کی تنخواہوں میں اضافہ کردیا گیا۔ آپریٹروں کی ہڑتال کا بڑا اثر یہ ہلوا کہ وہ مالکان کی نظر میں اہم ہوگئے۔ ان کی ہر مانگ جائز ٹھہری۔ جو لوغ ایڈیٹوریل میں تھے، ان کی کوئی وقعت نہ رہی۔

دوسرے دن ایڈیٹوریل اسٹاف نے ہڑتال کردی۔ مالک نے ایڈیٹرز کو گالی دی اور آپریٹروں سے کہا۔ "انٹرنیٹ سے لے کر مواد ڈالو"

انٹرنیٹ سے مواد ڈالا گیا۔ ایڈیٹوریل اسٹاف نو دیَر ہو گیا اور آپریٹر ایڈیٹر بن گئے۔

چار

ایک اخبار میں مجھے اداریہ لکھنا تھا، اس وقت میرا دوست آ گیا اور بولا۔ "تُو کیسے برداشت کرتا ہے، یہ لوگ تیرا کتنا استحصال کر رہے ہیں، بیٹھنے کے لیے مناسب کرسی نہیں، پنکھے کا رُخ تیر طرف نہیں، چائے کا بندوبست نہیں، ٹائیلیٹ میں پانی نہیں، اتنی کم تنخواہ اور وہ بھی وقت پر نہیں۔۔۔۔ تُو کیسے برداشت کرتا ہے یہ استحصال!"

میں نے کہا۔ "تُو بیٹھ دس منٹ، کل مزدور ڈے ہے اور مجھے مزدوروں کے استحصال پر اداریہ لکھنا ہے"۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

ناقد، کہانی اور قاری

ایک دن کیا ہوا کہ بیوی کے پیٹ میں درد اٹھا، بہت تیز درد، چھوٹا بھائی دوڑ کر ڈاکٹر کو بلا لایا۔ آتے ہی اس نے کہا۔ ''آپ سب باہر جائیے، مجھے مریض کا چیک اَپ کرنے دیجئے، ڈونٹ ڈسٹرب۔'' ڈاکٹر نے اتنا کہہ کر دروازہ بند کر دیا۔

دروازے کے باہر افرادِ خانہ پریشان کھڑے تھے۔

پانچ منٹ بعد ڈاکٹر نے دروازہ کھولا اور کہا ''ایک اسکریو ڈرائیور ملے گا؟'' وہ کچھ گھبرایا ہوا سا لگ رہا تھا۔ چھوٹا بھائی دوڑ کر اسکریو ڈرائیور لے آیا۔ ڈاکٹر نے پھر دروازہ بند کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دروازہ ذرا سا کھول کر کہا ''ہتھوڑا ملے گا؟''

ہتھوڑا دیا گیا۔ اندر سے ٹھک ٹھک کی آوازیں آنے لگیں۔ لوگ پریشان کہ یہ کیا ہو رہا ہے اندر؟ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے دروازہ کھول کر باہر سر نکالا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اب کے شوہر نے ڈاکٹر سے پوچھا کہ ''یہ سب کیا ہے؟''

ڈاکٹر بولا ''ڈونٹ وری، میں ہوں نا'' اور دروازہ بند کر لیا۔ اندر سے پھر ٹھک ٹھک کی آوازیں آنے لگیں۔ شوہر پریشان ہو گیا۔ یہ سالا کیا کر رہا ہے۔

ڈاکٹر پھر باہر آیا اور بولا ''آری ملے گی۔ Saw -Saw۔''

اب کے سارے افرادِ خانہ کمرے میں چلے گئے۔ اندر کا منظر عجیب تھا۔ پلنگ کے ایک کونے میں بیوی سہمی بیٹھی تھی، خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔ ڈاکٹر کے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا، آری تھی، اسکریو ڈرائیور تھا۔ وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

وہ چیخا۔ ارے علاج کیا خاک کروں، بکسا ہی نہیں کھل رہا ہے۔

آپ نے پہچانا، وہ ڈاکٹر ہے اردو کا ناقد، وہ بیوی جو پلنگ کے ایک کونے میں ڈر سے کانپ رہی ہے وہ ہے اردو کہانی اور باہر جو پریشان افرادِ خانہ کھڑے ہیں وہ ہیں اردو کہانی کے قاری۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

میوزیکل چیئر

آسمان صاف تھا۔ شہر یہاں سے نزدیک ہی تھا، پہاڑیوں کے پیچھے 'انسانوں کو بھٹکا تا' خانوں میں تقسیم کرتا۔ آدمی سے اپنی ہر چیز کیش کرانے والا شہر۔

وہ دونوں موٹر سائیکلوں پر دوڑتے چلے آرہے تھے شہر کی طرف، ابھی کچھ دیر پہلے سڑک پر ایک فیل پڑی بس ملی تھی، وہاں دولڑکیوں نے لفٹ مانگی تھی اور بس دونوں نے بٹھالیا انہیں اپنی موٹر سائیکلو پر اور دوڑنے لگے شہر کی طرف۔

لڑکیوں نے پہلے سیٹ والا ہینڈ پکڑا تھا اور دھیرے دھیرے بے تکلفی میں انہوں نے اپنے ہاتھ لڑکوں کی کمر میں ڈال دیئے تھے۔

آن کی آن میں وہ پہلے ایک دوسرے کے شناسا پھر آشنا ہو گئے تھے!

☆

ہاری ہوئی لڑکی کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ وہ اندر ہی اندر خوب رو رہی تھی۔ اس لئے اس کی ناک کا سینڈ الالال تھا۔ مگر جب وہ لوگ شہر سے قریب ہونے لگے تو نہ جانے کہاں سے ان کا پیچھا کرتے ہوئے بادلوں کے نیلے کالے شتر مرغ چلے آئے اور جب سڑک گھوم کر پہاڑ کی پرلی جانب جانے کو ہوئی تو داہنی طرف بہتی شانت ندی نے انہیں اور بھی مستانہ کر دیا۔ وہ دونوں لڑکے یہاں سے بارہا گزرے تھے مگر منظر اتنا حسین کبھی نہ تھا۔ وہ جیسے ہی پل کے قریب آئے انہوں نے موٹر سائیکلیں ندی کی طرف اتار لیں اور ایک چٹان کی بغل میں کھڑی کر دیں۔ کوٹ اتارے، کندھوں پر پھینکے اور ندی کے کنارے چلنے لگے۔ ادھر جہاں چٹان کے سلسلے تھے، دور دور تک پانیوں میں آدھے آدھے ڈوبے ہوئے سپاٹ ترچھے گھماؤ دار

www.urduchannel

سلئے!

نیلی ساری والی لڑکی چوکڑی کے شرٹ والے کے ساتھ اور سفید جھک لباس والی پیلے پھولدار شرٹ والے کے ساتھ، لگتا تھا وہ لوگ ہنس رہے ہیں اور ایک دوسرے کو کلک کر رہے ہیں۔۔۔آؤ کہ اک خواب بنیں، یا جیسے کہ تم میرے سپنوں میں تھے!۔۔۔ہاری ہوئی لڑکی ندی کے پانی میں بہہ رہی تھی!

دور دور تک کوئی نہ تھا، سوائے دھواں اگلتی شہر کی چمنیوں کے اوپر پرلی طرف جال جھارتے مچھیروں کے۔ سورج ڈوبنے کی سوچ رہا تھا، آسمان اور بھی جھک آیا تھا، وہ لوگ چپ تھے، چٹانوں پر بیٹھے پانی میں پاؤں ڈبوئے، خواب بنتے سے! کچھ دیر تک وہ بیٹھے رہے، لڑکوں نے سگریٹیں پیں۔لڑکیوں نے دھوپ کے مرغولے پکڑنے کی ناکام کوششیں کیں، پھر وہ اٹھے اور گھنے درختوں میں روپوش ہوئے یا درخت ہی چل کر ان کے قریب آئے اور انہیں گھیر لیا۔شاید ان کے گیتوں کو سنگیت مل گیا تھا۔منظر ہی کچھ ایسے گھر آئے تھے۔۔۔بہت دیر بعد جب وہ نکلے تو سورج ڈوب چکا تھا مگر نہ اجالے، اچھی طرح گم ہوئے تھے اور نہ اندھیروں نے ان کا چارج لیا تھا۔ہر چیز پہچانی جا سکتی تھی وہ لوگ موٹر سائیکلوں کی طرف آنے لگے۔ ساری والی لڑکی نے اپنے ساری کے فال درست کئے تھے آئینہ دیکھا تھا لپ اسٹک پھر سے لگائی تھی۔ لڑکوں نے اپنے رخسار پونچھے تھے اور سگریٹیں سلگا کر انہوں نے موٹر سائیکل پھٹپھٹائی تھیں۔۔۔مچھیروں کے جال اندھیرے میں ڈوب گئے تھے۔چٹانوں کے سلئے کالے دھبوں میں بدل گئے تھے۔پہاڑیوں کے پیچھے شہر جگمگا رہا تھا۔۔۔۔اب لڑکیوں الگ الگ لڑکوں کے ساتھ بیٹھی تھیں!

جانے کون سی کرسی خالی رہ گئی تھی۔

جانے کون سی لڑکی ہار گئی تھی۔

لیکن موٹر سائیکلیں دوڑ رہی تھی۔لڑکیوں نے پہلے اپنی سیٹ کا ہینڈل پکڑا تھا، پھر دھیرے دھیرے انہوں نے اپنے ہاتھ لڑکوں کی کمر میں ڈال دیئے تھے اور آن کی آن میں وہ پہلے ایک دوسرے سے شناسا پھر آشنا ہو گئے تھے۔

ہاری ہوئی لڑکی کے ناک کی لونگ اندھیرے میں چمچما رہی تھی!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چولہے کے پاس کی عقل

پانڈو بڑا ہو گیا، راتوں رات اس کا سینہ چوڑا ہو گیا، سیاہ بالوں سے اٹ گیا تا کہ وہ اپنی معشوق کا سر وہاں رکھ کر سہلا سکے راتوں رات اس کے عقل داڑھ نکل آئی تا کہ وہ عقل کا استعمال کر سکے۔

راتوں رات جیسے کرشمہ ہو گیا۔

پانڈو کے والد نے زندگی میں صرف ایک ہی کام کیا تھا کہ اپنے نام پر قرض لیتے گئے تھے ان کا بال بال قرض میں بندھا تھا۔ بوڑھی ماں کی بیماری ایک مسئلہ تھی اور جوان بہن کی جوانی لمحۂ فکریہ! پانڈو گھر کا ذمہ دار لڑکا تھا۔۔۔لیکن پانڈو کی ماں اس کی شادی جلد سے جلد کر دینا چاہتی تھی کہ بیٹے کو ملنے والا جہیز وہ بیٹی کی شادی میں دینا چاہتی تھی۔ پانڈو نے کہا تھا "ماں میں پیسہ کماؤں گا فلیٹ خریدوں گا پھر شادی کرونگا۔"

پانڈو ایس ایس سی فیل ، نوکری کا کوئی چانس نہیں، پیسہ آئے گا کہاں سے؟ پیسہ نہیں تو فلیٹ خریدے گا کیسے؟ پانڈو نہ اداکار تھا نہ کھلاڑی! پانڈو کے تو روز کے واندے تھے مہینہ بھر اس نے وڑا پاؤ کی گاڑی پر کام کیا، پھر جب ہفتہ وصولی کے جرم میں اس کا استاد جیل چلا گیا تو وہ خود وڑا پاؤ کی گاڑی کا مالک بن بیٹھا۔ لاٹری کے ٹکٹ خریدے۔ مگر کوئی کرشمہ نہ ہوا تو ماں نے ایک دن اسے اداس دیکھ کر کہا "پانڈو! آدمی جیسا آدمی تو لاٹری سے پیسہ کمانے کی راہ دیکھتا ہے۔"

"ماں! مجھے خوب سارا پیسہ چاہیے، مجھے فلیٹ اور گاڑی خریدنی ہے، مجھے ایزی منی چاہیے۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

''ایزی منی کیا؟'' ماں نے پوچھا، تب پانڈو بولا ''جھٹ پٹ پیسہ ماں!''

ماں نے اس سے کہا ''بیٹا میرے ساتھ جیجوری کے کھنڈوبا کے درشن کو چل، تیرا بھلا ہوگا،

پانڈو ماں سے بولا ''ماں کھنڈوبا کو بول پہلے پیسہ بعد میں درشن۔''

''ایسا نہیں کہتے پانڈو!'' ماں غصہ ہوگئی ''کھنڈوبا ناراض ہوتے ہیں۔'' ماں نے اسے سمجھایا۔

''گدھا ہے تو'' چل شادی کر، اپن بھرپور جہیز لیں گے۔''

''اپن کو کون بھرپور جہیز دے گا،'' پانڈو داداس ہوکر بولا۔

''لنگڑی پانگڑی لڑکی سے شادی کر اس کا امیر باپ جہیز دے گا۔'' ماں نے سمجھایا۔ ماں کی چولہے کے پاس کی عقل دیکھ کر پانڈو کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اس نے ماں کو نمسکار کیا۔ ''آئی تو کھروکھر چ گریٹ آہے پانڈو نے اپنی ماں کے کہنے مطابق کے ایک امیر باپ کی معذور لڑکی سے شادی کی۔ اس کی جائیداد ہڑپ کی پھر ماں بیٹے نے اسے مٹی کا تیل ڈال کر اسٹو سے جلا دیا، اور بولے کہ جل کر مرگئی۔ پھر دوسری شادی کی اسے بھی جلایا اور کہا کہ جل کر مرگئی۔ پھر تیسری شادی۔'' اسے بھی۔''

چالاک اور مکار وکیلوں نے پانڈو اور اس کی ماں کو کبھی جیل نہ جانے دیا۔ اس طرح پانڈو تین فلیٹوں کا مالک بن بیٹھا، آج کی تاریخ میں پانڈو کے پاس خوب دولت ہے وہ کار میں گھومتا ہے۔ اور ہاں۔۔ اس کا ایک شوق سماج سیوا بھی ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

سب کا مالک ایک

میں بڑا پریشان ہوا کہ یہ اللہ میاں کی کیسی پالیسی ہے کہ پنڈت نہرو جیسے فلاحی کام کرنے والے غیر جانبدار سیکولر ذہن کے لیڈر کو اپنی کارکردگی کے صلے میں جنت نہیں ملے گی کیونکہ وہ کافر ہیں۔ مہاتما گاندھی جنہوں نے ہمیں انگریزوں کی غلامی سے نجات دلائی وہ دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ صرف اس لئے کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہمارے محلے کے گجراتی سیٹھ جنہوں نے بیوہ حمیدہ کی مدد کی، ان کے لڑکے کو دوبئی ملازمت کے لئے بھیجا لڑکی کی شادی کرائی انہیں دوزخ میں جلایا جائے گا کیونکہ وہ مسلمان نہیں انہوں نے کلمہ نہیں پڑھا اور ایمان نہیں لائے۔ میں بڑا پریشان ہوا کہ یہ اللہ میاں کی کیسی پالیسی ہے۔ بعد میں میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ اللہ میاں کی پالیسی ہو نہیں سکتی کہ دلاور جیسے غنڈے کو جس نے زندگی بھر لوٹ مار کی، امانت میں خیانت کی، صرف اس لئے وہ جنت کا حقدار ہو سکتا ہے۔ کہ آخری وقتوں میں نمازیں پڑھنے لگا تھا اور کئی عمرے بھی کئے تھے۔

میں نے بیوہ حمیدہ سے اس بارے میں پوچھا لیکن وہ تشفی بخش جواب نہ دے سکی۔ میں نے مدرسہ کے مولانا سے استفسار کیا لیکن وہ بھی مجھے مطمئن نہیں کر سکے۔ اطمینان مجھے اس وقت ہوا جب میں جنت کے آس پاس ٹہل رہا تھا۔ ابھی میرے اعمال کا حساب کتاب ہونا تھا اور اللہ میاں نے کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا تھا کہ مجھے کہاں رکھا جائے گا!

میں حیرت زدہ رہ گیا جنت کے قریب ایک مہاراشٹرین مجھے ملا۔ میں نے اس سے پوچھا ''ارے آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' وہ مراٹھی میں بولا ''کیوں! تمہارا اللہ میرا اللہ نہیں ہے کیا؟''

''مگر تم نے نہ کلمہ پڑھا نہ مسلمان بنے۔ زندگی بھر بتوں کی پوجا کی۔''

''تو کیا ہوا، میں نے ایسے نیک کام کئے کہ اللہ میاں مجھ سے خوش ہیں!''

''اور گاندھی اور نہرو۔''

''وہ بھی یہیں ہیں۔''

میں سوچ میں پڑ گیا تب وہ مہاراشٹرین بولا۔ جنت میں درجے ہیں، یہاں ذات پات نہیں دیکھی جاتی۔ سب ایک ہیں! سب کا مالک ایک، یہ کہہ کر وہ مہاراشٹرین فضا میں تحلیل ہو گیا!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بغلیں جھانکنا

ہمیشہ ماں کی گھڑی وقت سے آگے چلتی ہے یعنی تیز اور بیٹی کی گھڑی وقت سے پیچھے یعنی سست! جب وہ چھوٹے شہر میں رہتے تھے تو بیٹی شام آٹھ بجے سے پہلے گھر پہنچ جاتی تھی اس پر بھی ماں تکرار کرتی تھی کہ سوا آٹھ بج گئے ہیں لیکن بیٹی ضد کرتی کہ کہاں سوا آٹھ۔ پونے آٹھ ہو رہے ہیں۔ جب وہ ممبئی جیسے شہر میں رہنے آئے تو لڑکی گیارہ بجے آنے لگی۔ ماں نے تسلیم کرلیا حالات سے سمجھوتہ کرلیا۔ ہمیشہ بیٹی سے کہتی۔

''زہرہ جلدی گھر آجایا کرو۔ جوان لڑکی کا اس طرح لیٹ آنا ٹھیک نہیں۔''

زہرہ کہتی۔ ''پڑوس کی کملا تو بارہ بجے آتی ہے۔''

ماں چپ رہتی ہے۔ ''جو بات کہہ رہی ہوں اسے سنو، پلٹ کر جواب مت دو۔''

''ماں چلو میرے ساتھ ریلوے اسٹیشن، میں تم کو ویرار کی ٹرین بتاتی ہوں رات کے بارہ بجے بھی لیڈیز ڈبہ لڑکیوں سے بھرا ہوتا ہے۔''

ماں چپ ہو جاتی۔

ماں اس کے کم سے کم ہوتے چھوٹے لباس پر کچھ کہنا چاہتی تو بیٹی تنک کر جواب دیتی آخر اس نے اپنے شوہر سے یہ بات کہی۔ تو شوہر یعنی لڑکی کے باپ نے اسے ڈانٹا اور گھر جلد آنے کے لئے کہا۔ باپ کی بات سن کر لڑکی بوکھلا گئی۔ باپ کی نظروں کی چبھن، طنز کی دھار سے وہ ہڑبڑا گئی اور اسے کوئی جواب نہ بن پڑا تو وہ بغلیں جھانکنے لگی۔

''بغلیں کیا جھانک رہی ہو'' باپ بولا ''کیا تم نہیں جانتیں تم نے بغیر آستین کا ٹاپ پہنا ہے۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

گریبان میں جھانکنا

میں ایک ناول پڑھ رہی تھی۔

ہماری جوائینٹ فیملی تھی، ہماری اور چاچا کی فیملیز ایک ہی گھر میں رہتی تھیں۔

چچیرا بھائی جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں وہ آیا اور میری کرسی کے پیچھے کھڑا ہو گیا میں نے ناول پڑھنا بند کر دیا اور اس سے بولی۔

''فرید۔تم رات بہت دیر سے آئے کہاں تھے۔''

''دوستوں کے ساتھ تھا۔''

''لیکن اتنی رات تک۔''

''ہاں، ہم مستقبل کا پلان بنا رہے تھے۔''

''تمہیں پتہ ہے چچا ابا کتنے ناراض تھے۔''

''ہاں ہاں سب پتہ ہے، مجھ سے کوئی پوچھتا نہیں کہ مجھے کیا چاہیے، میں کیسا ہوں، بس سبھی مجھ پر دھونس جماتے ہیں۔۔۔''

''فرید، ایسا نہیں ہے، تم گھر والوں کا اعتبار ہو سب تمہارے ہو جائیں گے دوستوں کے ساتھ وقت برباد کرنے سے بہتر ہوگا کہ کتابوں کے ساتھ وقت گزارو۔ نیا سال آیا ہے۔ اپنا احتساب کرو، اپنے گریبان میں جھانکو۔''

فرید چپ رہا، وہ میری کرسی کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔ میں اچھی طرح جانتی تھی کہ گریبان میں جھانکنے والی بات اس سے کہنا فضول ہے، کیونکہ وہ اپنے گریبان میں کبھی نہیں جھانکتا، وہ دوسروں کے گریبان میں جھانکتا ہے۔

تبھی میں نے محسوس کیا کہ میرے ٹاپ کے گریبان سے اندر کی طرف نظروں کی Rays اُتر رہی ہیں میں نے دیکھا۔ سچ تھا وہ میرے گریبان میں جھانک رہا تھا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

امرود کا باغ

گھر سے ذرا دور امرود کا باغ تھا۔ ماں نے رضیہ سے کہا تھا کہ شام کے گہرے ہونے سے پہلے گھر آ جائے۔ رضیہ نے حامی بھری تھی اور اُچھلتی لمحہ بھر میں امرود کے باغ میں پہنچ گئی تھی۔

لڑکی امرود کے پیڑ کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے قدم جوانی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شام کے دھند کے گہرے ہونے لگے تھے، چہرے دھندلوں میں مدغم ہو رہے تھے۔ لڑکے کے قریب ہونے کا احساس اس کی دھڑکنیں بڑھا گیا تھا۔ رضیہ کے فراک میں اڑسے ہوئے امرود تھے۔ درخت پر بھی امرود تھے۔ چند ہی لمحوں میں گدازیت اور گورے پن کا انومل احساس لڑکے کے خون میں سرایت کر گیا۔ ''اللہ امرود!'' چند ہی لمحوں میں امرود کا پیڑ وہاں سے رخصت ہو چکا تھا۔ لڑکا گھر پہونچا تو رضیہ ماں سے ٹھنک کر کہہ رہی تھی۔

''امی! اب میں باغ میں کھیلنے نہیں جاؤں گی۔''

ماں نے اسے دوپٹے سے سینہ نہ ڈھکنے پر ڈانٹ پلائی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

گھٹن

اسے ایشیا کی سب سے بڑی جھونپڑپٹی میں رہنے کا شرف حاصل تھا۔ چاروں طرف گندگی اور گندے پانی کے ڈاب تھے، مچھر اور چوہے رات دن گھروں میں بھنبھناتے اور اچھلتے کودتے تھے لیکن جب تک وہ ایسے ماحول میں رہنے کا عادی نہیں تھا اسے لگتا وہ بہت بڑے کوڑے دان میں ڈال دیا گیا ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ وہ نہ صرف اس ماحول میں رہنا سیکھ گیا بلکہ اب سانس لینے میں بھی اس کا دم نہیں گھٹتا تھا۔

ایک دن اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ نیو ممبئی کی کھلی فضائیوں میں سانس لے۔ اس نے ایک رپورٹ میں پڑھا تھا کہ دھاراوی میں صرف ۴۲ فیصد آکسیجن ہے اسے حیرت ہوئی تھی کہ وہ کیسے زندہ ہے؟ وہ ایک دن واشی پہنچ گیا۔ اس وقت واشی ڈیولپ ہو رہا تھا تب وہاں آسمان روشن تھا سورج چمکدار اور اس کی دھوپ تیز مگر کومل تھی اور درختوں کے پتے گہرے ہرے تھے۔ پرندے چہچہا رہے تھے وہ فضاؤں میں کھو گیا۔

تبھی اچانک اس کے آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا اس کا دم گھٹنے لگا اس نے تازہ آکسیجن کی اتنی زیادہ مقدار سانس کے ذریعہ اندر کھینچ لی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

سانپ اور آدمی

ایک بھوکا مریل سا سانپ کسی اجاڑ بیابان میں پڑا تھا، وہ اتنا کمزور تھا کہ چل پھر بھی نہیں سکتا تھا۔ ایک دن اسے امید کی کرن نظر آئی، جب اس نے دیکھا کہ ایک مسافر اس کے قریب سے گزر رہا ہے، اس نے گزارش کی کہ ''میں یہاں دھوپ میں بھوکا پیاسا پڑا ہوں، مجھے اٹھا کر کسی اچھی جگہ پر چھوڑ دیجئے۔ آپ کا یہ احسان میں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔''

مسافر رک گیا، سانپ نے دوبارہ وہی درخواست کی اور منت سماجت پر اتر آیا۔ تب مسافر بولا: میں ایک عام آدمی ہوں اور تم سانپ ہو میں اگر آج تمہیں بچاؤں تو کل تم مجھے ڈسو گے تو نہیں؟

سانپ بولا: چھی چھی چھی، میں ایسا کیوں کرنے لگا، آپ تو میری جان بچا کر میرے محسن ہوں گے۔ میں سانپ ضرور ہوں لیکن احسان فراموش نہیں، میں تو آپ کے آرام اور چین کا بندوبست کروں گا۔

تب مسافر کو اس پر رحم آیا اور وہ اسے اپنے گھر لے گیا جیسے ہی آدمی نے اسے باورچی خانے میں چھوڑا، سانپ نے زوردار پھونک ماری، آدمی ڈر گیا، سانپ نے دودھ کی پتیلی سے سارا دودھ پی لیا اور باورچی خانے میں پھنکارتا پھرا، عام آدمی ڈر گیا اس نے سانپ کو اپنے گھر سے نکالنے کے لئے کافی جدوجہد کی۔ وہ سرپنچ سے ملا، پولس پٹیل اور تلاٹھی سے ملا مگر کسی نے کچھ نہ کیا۔ گاؤں کے ایک بزرگ نے جب شکایت سنی تو کان پر ہاتھ دھرے اور کہا: وہ سانپ اب پانچ سال تک آپ کے گھر سے نہیں جائے گا۔''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بانسری والا۔۱

برسوں پہلے یہاں ایک ندی تھی جس میں کھڑ کھڑ پانی بہتا اور ندی کے کنارے باغات ہوا کرتے تھے۔لوگ باگ وہاں آ کر چہل قدمی کرتے مارننگ واک کرتے، بڑا اچھا وقت تھا، ندی کا پاٹ بھی چوڑا تھا۔بعد میں لوگ ریکلمین کرنے لگے اور ندی کا پاٹ چھوٹا ہوتا گیا۔اب ندی کا پانی مشتعل ہوا اور برساتوں میں وہ آبادیوں میں گھس کر تباہی مچانے لگا۔باغات تہس نہس ہو گئے۔ندی کے کنارے کی آبادی کو نقصان پہنچا۔دھیرے دھیرے وقت بدلا صاف شفاف ندی جس کا پانی کبھی لوگوں کے پاپ دھوتا تھا، میلی ہو کر گندا نالہ بن گئی۔اور ایسے میں اچانک یہ ہوا کہ شہر کی بستیوں میں چوہوں کی بہتات ہو گئی جن سے صحت عامہ کو خطرہ پیدا ہوا اور انتظامیہ چوہوں کو مارنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے بنانے لگی کئی تنظمیں ان کے ساتھ تھیں۔ماؤس کیک جگہ جگہ بکھیر دئے گئے۔ماؤس کیک بنانے والی کمپنی اور چوہا پکڑنے کے پنجرے بنانے والی کمپنیوں میں ہوڑ لگی اور بڑے بڑے کیک بنے جو شہر کے چوراہوں پر رکھ دیئے گئے۔جہاں سے چوہے گزرتے تھے اور جوان کی تفریح گاہیں تھیں، ہر طرف آدمی سے زیادہ چوہے نظر آنے لگے وہیں سے چوہا دوڑ شروع ہوئی۔چوہا پکڑنے کا پنجرہ بنانے والی کمپنی نے لائبریریوں کے اندر باہر دروازوں اور چھتوں پر بڑے بڑے چوہے دان رکھ دیئے جہاں چوہے کتابوں میں بند تہذیب کو کتر رہے تھے ایک کمپنی نے تو غضب کر دیا کہ اتنا بڑا چوہا دان بنایا جس کے اندر لائبریری آ جائے۔اس نے لائبریری کو چوہے دان کے اندر رکھ دیا۔لیکن چوہوں کی بہتات ختم نہیں ہوئی۔پھر ایک دیہاتی سا نظر آنے والا لڑکا بانسری بجاتا آیا اور انتظامیہ کے کہنے پر اس نے بانسری بجانی شروع کی۔چوہے اس کی دھن میں مسحور ہوتے گئے اور اس کے پیچھے پیچھے چلے وہ اس ندی سے جو گندا نالا بن چکی تھی گزرا، چوہے ندی میں ڈوب گئے۔اور سارے شہر نے راحت کی سانس لی بعد میں پتہ نہیں اس بانسری بجانے والے لڑکے کا کیا حشر ہوا، کوئی کہتا ہے کہ پنجرا بنانے والی کمپنیوں نے اسے اغوا کر کے مار ڈالا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بانسری والا۔۲

ایک گاؤں میں چوہوں کی بہتات ہونے لگی لوگوں نے بڑی تعداد میں بلیاں پال لیں، پنجرے لگائے پھر بھی چوہے کم نہ ہوئے۔ آخر میں گاؤں والوں نے ایک میٹنگ منعقد کی۔ میٹنگ ہو رہی تھی وہیں سے ایک بانسری والا بانسری بجاتے ہوئے جا رہا تھا۔ اس نے پوچھا ''کیا بات ہے؟'' سرپنچ نے بتایا ''کیا اس مسئلہ پر تیرے پاس کوئی حل ہے۔''

جب بانسری والے نے اثبات میں سر ہلایا تو سرپنچ بولا ''کیا تو بانسری سے چوہے مارے گا؟'' بانسری والا بولا ''اگر مار کر دکھایا تو کیا دو گے؟'' سرپنچ نے کہا ''تجھے ہزار روپے انعام دیں گے۔'' بانسری والا تیار ہو گیا۔ اس نے بانسری بجانا شروع کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے چوہے اس کے پیچھے دوڑنے لگے۔ وہ ندی کی سمت گیا اس کے پیچھے پیچھے ہزاروں کی تعداد میں چوہے تھے وہ ندی کے پانی سے ہو کر کنارے پر نکلا تمام چوہے پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ یہ دیکھ کر گاؤں والوں نے خوشیاں منائیں۔ بانسری والے نے سرپنچ سے مل کر

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اپنا انعام مانگا۔

سرپنچ نے انکار کیا۔ بانسری والے کو غصہ آیا۔ لیکن اس نے کچھ نہ کہا۔

بانسری والا پھر ایک بار بانسری بجانے لگا اس بار اس کی بانسری سے الگ ہی دھن نکل رہی تھی۔

بانسری کی دھن سن کر تمام بچے بانسری والے کے پیچھے جانے لگے۔ بانسری والا ندی کی سمت گیا۔ بچوں کے والدین انہیں بلا رہے تھے لیکن بچے ان کی بات ہی نہیں سن رہے تھے۔ ندی قریب آئی۔ والدین گھبرا گئے۔ یہ اپنے بچوں کو ڈبو دے گا، ایسا ڈر انہیں ستانے لگا۔

وہ اس کے پیچھے دوڑے۔

اور دوڑتے ہی گئے۔ ہمارا دیش ہیملن گاؤں تھا، چوہوں کا ہر طرف ہنگامہ یعنی اقتدار۔ گاندھی وہ بانسری والا جس نے چوہوں کو غرقاب کیا۔ گاندھی نے ہم سے عہد لیا تھا صاف ستھرا، ترقی پسند، انصاف پسند اور بھائی چارہ پر مشتمل سماج تشکیل دینے کا ملک سے بدعنوانی بے کاری ناانصافی اور نفرتوں کو مٹانے کا عہد ہم نے پورا نہ کیا۔

لیکن پھر نئے بانسری والے یہاں آئے اور آتے گئے۔ سنہری خوابوں کی بانسری بجا کر ہمارے بچوں کو نوجوان ٹیکنیشن، انجینئر، ڈاکٹروں کو اپنی دھن پر پاگل بنا کر لے گئے۔ ہم نے اپنا عہد پورا نہ کیا اس لئے کہانی کا کلائمکس بھی بدل نہ سکا۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

پہلے میرا نام لکھئے

پولس اس کے پیچھے لگی تھی وہ بھاگ رہا تھا اس کا پورا وجود دو ٹانگیں بن گیا تھا۔ پہاڑوں پر ندیوں کے کنارے، سمندری ساحلوں پر، عالیشان ٹاوروں سے اوپر نیچے چھوٹی پٹیوں میں۔ ہر جگہ وہ بھاگ رہا تھا۔ سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ پولس اس کے پیچھے لگی تھی۔

اس نے ایسا کیا جرم کیا تھا:

وہ پسینہ پسینہ ہو گیا، آنکھوں کے آگے اندھیرے چھانے لگے اچانک اسے ایک شامیانہ نظر آیا، باریش صوم وصلات کے پابند لوگ ادھر سے اُدھر آ جا رہے تھے۔ بھیڑ لگی تھی، اس نے دیکھا کہ پولس والے شامیانے کی طرف آ رہے ہیں۔

وہاں ایک باریش بزرگ اعلان کر رہے تھے۔

"ہاں! اب چالیس دن کی جماعت کے لئے حضرات نام لکھوائیے۔"

اس سے پہلے کہ دوسرے لوگ نام لکھواتے۔

وہ کھڑا ہوا بولا۔ "پہلے میرا نام لکھئے۔"

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

دوراہے پر بھائی

بڑے دنوں بعد، ایک چوراہے پر دو بھائی ملے۔ بڑا بھائی مالدار تھا جب کہ چھوٹا بھائی ایماندار تھا۔ ایماندار تھا اس لئے غریب تھا، بڑا بھائی اس سے بولا: ''اصول پرستی اور ایمانداری نے تمھیں کیا دیا۔ تم نے فاقے کئے اچھے کپڑے پہننے کو ترسے۔''

''لیکن میں تمھاری طرح بے چین نہیں تھا، مجھے رات میں سکون کی نیند آتی تھی۔'' چھوٹے بھائی نے کہا ''جب کہ تم اتنا مال و اسباب کما کر بھی غریب کے غریب ہی رہے۔

''میں ساری دنیا کا سفر کرتا رہا اچھے سے اچھا کھانا پیسہ عیش و آرام میں، میں نے زندگی گزاری اور تم کہہ رہے ہو کہ میں غریب تھا۔''

''ایسی امیری کس کام کی تمھاری ماں نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا۔''

''وہ تمھیں زیادہ چاہتی تھی اس لئے تمھارے ساتھ رہنے چلی گئی۔''

بڑے بھائی نے کہا۔ ''پچھلی ملاقات میں تم نے کہا تھا کہ 'تمھارے پاس ماں ہے؟'

''میں یہاں ہوں''۔ دور سے ماں کی آواز آتی۔

کیمرہ سیدھا ایک بورڈ پر پین ہوا۔ بورڈ پر لکھا تھا۔

''اولڈ ایج ہوم''

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

محفوظ سیکس

کافی ڈے میں میں اپنے دوست کا انتظار کر رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے والی میز پر جاری ایک گفتگو سنائی دی۔
لڑکا لڑکی سے پوچھ رہا تھا۔ ''کیا کہہ رہی ہو، کنڈوم تمھاری ممی کے ہاتھ لگ گئے۔''
لڑکی نے جواب دیا ''بے وقوف تم نے میرے بیگ میں چھوڑ دیا تھا۔''
لڑکے نے پوچھا ''پھر تم نے کیا کہا۔''
لڑکی ہنسی ''کچھ نہیں۔ انہیں کم سے کم یہ تو یقین ہے کہ میں محفوظ سیکس کرتی ہوں۔''

گلال کا رنگ

الیکشن میں امیدوار جیت گیا تو ڈھول تاشوں سے سماں گونجنے لگا، کامیاب امیدوار کو دولہے کی طرح سجایا گیا۔ خوشی میں نوجوان، بزرگ اور بچے ایک دوسرے پر گلال اڑانے اور پھینکنے لگے۔
لب سڑک ایک بزرگ نے اعتراض کیا۔ ''مسلمان اور گلال اڑا رہے ہیں، توبہ توبہ، گلال کی وجہ سے کتنے فساد ہوئے۔
ایک نوجوان نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔
''اجی مولوی صاحب! آج کل نیا زمانہ ہے۔ گلال کا رنگ آپ نے نہیں دیکھا۔ مسلمان لال رنگ کے گلال سے بدکتے تھے اب گلال اپنا رنگ بدل چکا ہے، اس نے ہر رنگ اپنا لیا ہے!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

میری ذات ذرۂ بے نشاں

''اسٹرگل کرنے کے لئے مجھے گھر سے پیسے نہیں آتے تھے۔ میں فلموں میں ویلن بننے کا خواب لے کر ممبئی آیا تھا۔ میں فائیو اسٹار ہوٹلوں کے گیٹ پر کھڑا ہو جاتا، رات میں فلمی پارٹیوں سے ہیرو اور ہیروئنیں و دیگر اداکار نکلتے انہیں حسرت سے دیکھتا رہتا۔ دن بھر اسٹوڈیو کے چکر لگاتا، اسٹرگل کرتا رہا، پھر جمع پونجی ختم ہو گئی۔

ایک رات میں اوبیرائے کے سامنے سمندر پر بنی دیوار پر بیٹھا تھا۔ کہ ایک موٹا تازہ آدمی آیا اور مجھ سے بولا'' لگتا ہے پریشان ہو۔ تم تیار ہو تو کام کا کام اور موج کی موج ہو سکتی ہے۔ میں بھوکا تھا ہاں کر دی۔

ایک گھنٹے بعد ایک مہنگی کار میرے سامنے آ کر رکی، ڈرائیونگ سیٹ پر ایک خوبصورت ادھیڑ عورت بیٹھی تھی پچھلی سیٹ پر کوئی غیر ملکی کتا بیٹھا اونگھ رہا تھا کار کی اوٹ سے وہ موٹا تازہ آدمی نکلا وراس

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

خاتون سے کہا کہ ''میڈم نیا آدمی ہے آج ہی آیا ہے لیکن بھروسے کا ہے۔ ذرا پیار سے۔'' یہ کہہ کر اس نے مجھے میڈم کے ساتھ کار کی اگلی سیٹ پر بٹھا دیا اور آل دی بیسٹ کہہ کر چلا گیا۔ میڈم مجھے اپنے پیڈر روڈ کے عالیشان فلیٹ میں لے آئی۔ میڈم نے پوچھا کہ ''کیا پیو گے۔'' منع کرنے پر بھی میرے سامنے بیئر لا کر رکھ دی اور مجھے پینے کا کہہ کر اندر چلی گئی۔ کچھ ہی دیر بعد وہ میرے سامنے پینٹی اور برا میں کھڑی تھی۔ میرے ہاتھ میں سو سو کے چار نوٹ دیتے ہوئے بولی۔ ''تم مجھے خوش کرو، اچھی ٹپ دوں گی۔

مجھے ضرورت تھی۔ میں نے پیسے رکھ لئے اور صبح کے چار بجے تک اس خاتون کے حکم کے مطابق وہ سب کچھ کرتا رہا جو کچھ اس نے مجھ سے کہا۔ اس دن کے بعد میں جب بھی پیسوں کی کمی محسوس کرتا، اس موٹے تازے آدمی کے پاس چلا جاتا اور رات گزار کر واپس آ جاتا۔ کچھ دن تو الگ الگ امیر کبیر خواتین کے پاس جانے پر مزا آتا رہا۔

لیکن ایک رات میں ایسی خاتون کے جنگل میں پھنسا جس کا گھر چوہے دان کی طرح تھا میں نے ابھی کپڑے اتارے تھے کہ وہ چابک لے کر آ گئی اور میرے بدن پر سڑاسڑ چابک برسانے لگی۔ اس نے مجھے کتا بنا دیا اور میرے گلے میں پٹہ ڈال دیا اور زنجیر لے کر مجھے دو کی جگہ چار پاؤں پر چلانے لگی۔ اس نے میری چوتڑوں پر چابک برسائے پورے بدن پر مار مار کر چابک کے نشان آ گئے۔ میں اُف کرتا تو پیسے میرے ہاتھ میں دیتی میں برداشت کرتا رہا جب وہ تھک گئی تو مجھ پر آ کر گری اور میں وہ سب کرتا رہا جس کے لئے اس نے مجھے حکم دیا۔

اس رات کے بعد وہ مجھے ہمیشہ بلانے لگی وہاں اس کی ''سہیلیاں بھی آنے لگیں۔۔۔۔۔''

یہ اس جگیلو کی داستان حیات کا ایک صفحہ ہے جس نے ابھی ابھی کھار ریلوے کالونی کے ایک کمرے میں دم توڑا ہے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

موٹر میکنک

وہ بڑا اچھا موٹر میکنک تھا۔ انجن کا کون سا فالٹ ہے جو وہ درست نہیں کر سکا۔ ڈیزل انجن ہو یا پیٹرول انجن اس نے اپنے والد کی طرح خاندان کا نام روشن کر دیا کہ اتنی روشنی تو اس کے گھر میں کہ لائیٹ جلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ لوگ دور دور سے آتے اور اپنی موٹر گاڑیوں کے پیچیدہ فالٹ اس سے درست کراتے۔۔۔ موٹر انجن کو موٹر کے نیچے سو کر وہ درست کرتا تھا۔ پاؤں اور کمر گاڑی سے باہر رہتے اور آدھا جسم اس کا اندر رہتا۔ اس کے ہاتھ میں پانا اور نٹ بولٹ ہوتے۔ وہ تشخیص بھی کرتا اور علاج بھی!

گھر میں بھی اس کی عادت موٹر میکنک جیسی ہو گئی تھی اس کی بیوی پہلے ساڑی پہنتی تھی وہ گھر آتا تو نہ کرسی پر بیٹھتا نہ پلنگ پر لیٹتا۔ بیوی کو کھڑا کرتا اس کی ساری کے گھیر میں آدھا جسم اندر کر لیتا اور اس کے ہاتھ میں پانا ہوتا تھا؟

بیوی اس کی اس حالت سے پریشان تھی وہ کہتی ''میں موٹر کار نہیں ہوں تمھاری بیوی ہوں۔''

وہ جواب دیتا۔ ''میری مجبوری ہے مجھے ہر طرف موٹر کار ہی نظر آتی ہے۔'' بیوی نے اپنے شوہر کی اس عجیب و غریب عادت کو چھڑانے کے لئے سہیلی سے مشورہ کیا لیکن وہ مشورہ کیا دیتی یہ اس کے لئے حیرت کی بات تھی۔ بیوی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ گئی۔ اس نے ایک ترکیب لڑائی اور ساڑیاں پہننا چھوڑ دیا شلوار کرتے پہننے لگی۔

شوہر نے جب یہ تبدیلی دیکھی تو بیوی سے جھگڑا کرنے لگا۔ بیوی نے سوچا۔ ''کچھ دن ایسے ہی چلے گا بعد میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' ماہر نفسیات سے موٹر میکنک نے کہا۔ ''میں کیا کروں جب بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں تو وہ کار میں ڈھل جاتی ہے اور میں اس میں فالٹ ڈھونڈنے لگتا ہوں، فالٹ درست کرتے کرتے میکنک کے ہاتھ کی انگلیاں پانا بن چکی تھیں۔ ماہر نفسیات نے دیکھا تو چونک گیا۔

صبح احمد آباد سے میکنک کی بیوی کی ماں کا فون آیا کہ وہ ممبئی آ رہی ہے اور دو دن اس کے یہاں رکے گی۔ تبھی پریشان بیوی نے اپنی ماں سے کہا کہ وہ شلوار قمیض پہن کر آئے۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

رشتہ

کم سن لڑکی کے پاؤں میں چپل نہیں تھی۔لیکن وہ لڑکی حاملہ تھی۔وہ لوکل کے جنرل ڈبے میں بیٹھی تھی،ٹرین چلنے لگی تو ایک کالے رنگ کا ادھیڑ عمر کا آدمی داخل ہوا اور اس لڑکی کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگا۔میں اس کے بازو میں بیٹھا سب کچھ دیکھ اور سن رہا تھا۔مجھ سے رہا نہیں گیا۔تو میں نے اسے مراٹھی زبان میں دم دیا۔"سالیا کشالا تلاتراس دیتوس،مار ہوا کا مجھا کڑون"

میری دم دائی سن کر اگلے اسٹیشن پر وہ اتر گیا۔میں نے کم سن لڑکی کو سمجھایا۔

"تو پرگننٹ ہے،ایسی حالت میں رات کے وقت کیوں گھوم رہی ہے اور یہ آدمی تجھے ڈانٹ ڈپٹ کرنے والا کون ہے۔"

اس نے جواب دیا۔"مجھے پرگننٹ کرنے والا یہی آدمی ہے۔"

"کون ہے وہ۔"

وہ میرا باپ ہے۔"

میں اس کے جملے سے ہل گیا،مائے گاڈ۔کچھ لمحوں تک سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔پھر میں نے کہا:"چل پولس کے پاس،اُترا بھی کے ابھی،اسے سبق سکھانا ضروری ہے۔

اس وقت تک لوور پریل اسٹیشن آ گیا تھا۔میں اسے لے کر سیدھے اسٹیشن ماسٹر کی آفس میں پہنچا اور بولا"اس کی رپورٹ لکھئے،اس کے باپ نے اس کا ریپ کیا ہے۔آفس میں دو چار لوگ تھے۔میری بات کا انہوں نے کوئی ردِّعمل نہیں دیا۔اسٹیشن ماسٹر نے لڑکی کی طرف دیکھا اور مجھ سے بولا۔

"آپ اسے چھوڑیئے اور گھر جایئے۔یہ سب تو عام بات ہے۔"

وہ لڑکی سے بولا۔"کہاں رہتا ہے تیرا باپ؟ چلو اسے اندر ڈالو۔"

تب وہ لڑکی چکرا گئی اور مجھ سے بولی۔"بھائی صاحب سب بھول جاؤ اور اپنے گھر چلے جاؤ!

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

میں نے اس سے کہا۔ ''تم ڈرو مت، تمھارا باپ اندر جائے گا، اس نے باپ بیٹی کے رشتے پر کالکھ مل دی ہے۔ تو گھبرا مت یہ لوگ اسے جیل میں بند کریں گے۔''

تب وہ لڑکی باہر جانے لگی تو میں بولا۔ ''رک تجھے کچھ نہ ہوگا۔'' لیکن اس نے نہیں سنا بھاگنے لگی۔ جاتے جاتے اس نے ایک ہی جملہ کہا۔ ''تم لوگ اسے اندر ڈالو گے تو مجھے کھانا کون دے گا!''

یہ سن کر میں منجمد سا ہو گیا اور وہ اندھیرے میں بھاگ گئی۔

منظر بدلنا چاہئے

ممبئی کی مضافاتی لوکل ٹرین کے پلیٹ فارم پر ٹرین کا انتظار کر رہا تھا کہ سامنے سے پندرہ سولہ برس کا پھٹے ہوئے کپڑوں میں ملبوس ایک بھیک مانگنے والا لڑکا آیا۔ اُس نے مجھ سے پیسے مانگے۔ بولا،

''بہت دنوں سے کھانا نہیں ملا، بھوک لگی ہے، پیسے دو''

سامنے ایک کیلے والا تھا میں نے اسے پیسے دیے اور ایک درجن کیلے لڑکے کو دینے کا کہا۔ لیکن لڑکا بولا۔

''کیلے کھا کر کیا کروں صاحب؟ پیسے دیں گے تو میں سنیما دیکھنے جاؤں گا''

باتوں سے پتہ چلا کہ لڑکے کو نیا سنیما پہلے دن پہلا شو دیکھنا تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

''میں تجھے ہزار روپے دیتا ہوں، لیکن سنیما دیکھنے کی بجائے پہلے کچھ کھا، نئے کپڑے خرید''

لیکن اس لڑکے نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔

''پہلا شو دیکھوں گا تو میرے دوستوں پر رعب پڑے گا۔ سنیما دیکھ کر کچھ دیر میں نئی دُنیا کی سیر کروں گا۔۔۔ صرف تین چار دن اچھا کھانا کھانے اور نئے کپڑے پہننے سے کچھ فرق نہیں پڑتا''

وہ بھیک مانگنے والا لڑکا غیر تعلیم یافتہ تھا لیکن ایماندار تھا۔ اس نے مجھ سے پیسے نہیں لیے اور اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ میں نے کہا کہ سنیما دیکھنے کے لیے میں پیسے نہیں دوں گا تو اس نے پیسے لینے سے انکار کر دیا جبکہ ہزار کی نوٹ اس کے لیے بڑی بات تھی۔

میں بڑی دیر تک ہزار کی نوٹ کی طرف دیکھتا رہا۔

لیکن اس کی قیمت صفر تھی۔

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

تاثرات

افسانچے میں غزل کا ایجاز

کم جانکاری کے باعث عظیم راہی کا نام لینے کے بعد م۔ ناگ کا حوالہ دینے کا بھی جی چاہتا ہے کہ وہ بھرپور افسانوں کو اتنے اختصار اور کفایتِ لفظی کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اسے افسانچوں کے خانے میں رکھنے کو جی چاہتا ہے۔ لگتا ہے انہوں نے سعدی کی اس حکایت سے فیض اُٹھایا ہے جس میں دسترخوان پر سامنے والے کو شکم سیر ہو کر کھانے سے روکنے کے لیے اس کی طول بیانی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے حضرت یوسف کا قصہ سُنانے کو کہا گیا تھا تو وہ بھی کم ہوشیار نہیں تھا۔ اُس نے کم از کم لفظوں میں اس طویل قصہ کو اس طرح سُنایا تھا۔ ''ایک بزرگ تھے۔ ان کا ایک لڑکا تھا۔ وہ لڑکا گُم ہو گیا تھا۔ پھر مِل گیا تھا''۔ م۔ ناگ اس انداز سے طول طویل باتوں کو کم سے کم لفظوں میں بیان کر کے افسانچوں کی اس خوبی کی پیروی کرتے ہیں کہ اس میں ''غزل کا ایجاز'' اختصار اور ایمائیت ہوتی ہے۔

اب پڑھنے لکھنے کا ذوق کم ہو رہا ہے لیکن ناپید نہیں ہوا ہے اس لیے صنعتی انقلاب کی بدولت آنے والی مصروفیات نے مختصر افسانے کی بنیاد ڈالی تھی تو آج کی بے پناہ مصروف اور بھاگم بھاگ کی زندگی میں ادب کا ذوق رکھنے والوں کی تسکین افسانچوں سے ہوا کرے گی، غزلوں کی طرح۔

●محمود ایوبی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

چھوٹی کہانی میں بڑی سچائی

م۔ناگ نے اِن ننھی مُنی کہانیوں میں زندگی کی سفاک سچائیوں کو بڑی بے ساختگی، سادگی اور پُرکاری کے ساتھ پیش کیا ہے یہ مختصر ترین کہانیاں جو افسانچہ کے زُمرہ میں ہی آتی ہیں اور افسانچہ کی خصوصیات بھی رکھتی ہیں یعنی نہایت متاثر کُن، دلچسپ ہونے کے ساتھ مختصر لفظوں کو ایک مکمل کہانی میں سمیٹے ہوئے، جو قاری پر تاثر کی ایک کیفیت طاری کر دیتی ہے۔اور سونے پر سہاگہ اِس پر م۔ناگ کا مخصوص انداز، بے ساختگی، سادگی اور طنز کی کاٹ، ان کا اپنا لہجہ بن کر پڑھنے والے کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ واقعی زندگی میں ایسا بھی ہوتا ہے۔لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے وہ بس سوچتا ہی رہ جاتا ہے۔اس کا چہرہ سوالیہ بن جاتا ہے، اس کا تجسس بڑھتا ہی جاتا ہے۔یہی انداز م۔ناگ کے ایک الگ لہجہ کی نشاندہی کرتا ہے جو انہیں انفرادیت بخشتا ہے۔البتہ طنز کے ساتھ کہیں کہیں لطیف پیرائے میں مزاح

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بھی در آتا ہے لیکن یہ اِن کی تحریر کا کمال ہی ہوتا ہے کہ ایک بڑی سچائی کو کہانی کے جسم میں کتنے لطیف انداز میں وہ پیوست کر دیتے ہیں کہ چوٹ کا پتہ ہی نہیں چلتا ہے کہ ایسا کیا ہو گیا ہے۔لیکن بعد میں درد کی شدّت کا احساس قاری کو بے چین کر دیتا ہے۔ہنستے ہنستے وہ ایسا کچھ کہہ جاتے ہیں کہ بے اختیار آنکھوں سے پانی نکل آتا ہے۔

م۔ناگ نے ان ننھی منی کہانیوں میں موضوع کی سطح پر بھی بڑا تنوع پیدا ہو گیا ہے اور اکثر دور کی کوڑی لے کر آئے ہیں اور درد کے اس دریا کو کہانی کے کوزے میں جیسے سمیٹ دیا ہے۔مثلاً زندگی کی کھڑکی، خون کا رنگ، گھر کے اندر کا چور اور سومناتھ وغیرہ اس سلسلے کی تازہ کڑیاں ہیں۔الغرض زندگی کی کڑی سچائیوں کو بے نقاب کرتی ہوئی یہ مختصر ترین کہانیاں ضرور متاثر کرے گی اور یقیناً ادب میں ایک نئی ہل چل پیدا کر دے گی اگر یہ کتابی شکل میں جلوہ گر ہو جائے تو اس قوی امکان کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

''لیڈر نے ایک جوشیلی تقریر کی۔مٹھیاں ہوا میں لہرائیں، تقریر میں دردمندی اور مزاح کے جوہر دِکھائے ،جذبات اُبھارے ،مردانگی کو للکارا، نعرے لگائے ،تالیاں پٹوائیں، تاریخ کا حوالہ دیا اور آخر میں کہا ۔۔۔ہم مر جائیں گے ،مِٹ جائیں گے مگر اپنی کشتی کو ڈوبنے نہ دیں گے۔بس پھر کیا تھا۔عام آدمی جذباتی ہو گیا وہ حسبِ معمول جوش میں آ گیا اور ندی میں کود گیا۔

● ڈاکٹر عظیم راہی

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

بھیڑ میں نمایاں افسانے

جہاں تک م۔ناگ کی افسانہ اور افسانچہ نگاری کا تعلق ہے اِن میں موضوعات تو وہی ہیں جو زیادہ تر افسانہ نویس پیش کر چکے ہیں لیکن م۔ناگ کی کہانیاں سب کو چونکنے پر اس لیے مجبور کر دیتی ہیں کہ اُن کا اپنا ایک Style ہے۔کہانی پیش کرنے اس کے Treatment کی اسٹائل، اس کی طرزِ نگارش کے وہی موجد ہیں اور شاید وہی اس کے آخری قلمکار بھی ہیں ۔چھوٹے چھوٹے غیر مربوط Passages کی ترتیب سے ایک مکمل پلاٹ کو کہانی کے سانچے میں ڈھالنے کا ہُنر صرف م۔ناگ کو ہی آتا ہے اور وہ اس میں ماسٹر بھی ہیں ۔میرے جیسے لوگ اگر ان کی نقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو فیل ہو جاتے ہیں۔

م۔ناگ نے بہت کم افسانے لکھے ہیں لیکن یادگار افسانے لکھے ہیں۔ان کی اپنی شخصیت کی طرح ان کے افسانے بھی ہزاروں کی بھیڑ میں الگ اور نمایاں نظر آتے ہیں۔م۔ناگ کے افسانے طرزِ نگارش، پلاٹ، کردار اور موضوع کی وجہ سے بار بار پڑھے جاتے ہیں اور ہر بار نئے سے لگتے ہیں۔

● وکیل نجیب

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

م۔ناگ سے میری ملاقات گزشتہ صدی کی آٹھویں دہائی کے اخیر کے سالوں میں غالباً ۸۸۔۱۹۸۷ء میں ہوئی تھی، تب سے میں انہیں مسلسل دوڑتے بھاگتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، لیکن تھکن اب تک اُن کے قدموں کو زنجیر نہ کر سکی، جبکہ آج وہ عمر کی اُس منزل میں ہیں جہاں عیّار اور ابن الوقت جیسے لوگ معاشی اُلجھنوں سے سبکدوش ہو کر پینشن کی رقم سے عیش کر رہے ہوتے ہیں۔ میں شہر میں ایسے کئی لوگوں سے واقف ہوں جنھوں نے اوپر جانے کے لیے م۔ناگ کا کندھا استعمال کیا اور بعد میں انہیں لات ماردی۔

میری نظر میں م۔ناگ وہ واحد شخص ہیں جنھوں نے کبھی ایک کام پر اکتفا نہیں کیا، وہ ہمیشہ دو سے زائد کام کرتے رہے ہیں۔ ظاہر ہے یہ اُنہیں ناکافی اُجرت کے سبب کرنا پڑتا رہا ہے۔ آج بھی وہ صبح دس بجے گھر سے کسبِ معاش کے لیے نکلتے ہیں تو رات ۱۲ر بجے سے قبل گھر نہیں پہنچتے۔ بھلا بتایئے ایسا شخص غیر ذمہ دار، لاپروا، سُست اور کاہل ہو سکتا ہے؟؟

اب رہی ادب میں نام ونمود اور شہرت کی بات! تو انہوں نے کبھی اس جانب توجہ ہی نہیں کی، وہ تو ہمیشہ غمِ روزگار کے چکرو دیو میں اُلجھے رہے۔ ممبئی نے اُنہیں کبھی جُھنکا بھا کر بنایا تو کبھی وڑا پاؤ بننے پر مجبور کیا، گووا نے انہیں کشید کر کے فینی بنائی، بیڑ اور اورنگ آباد نے اِن کے خون کو روشنائی کی صورت استعمال کیا نیز ممبئی کی لوکل ٹرینوں کی بھیڑ بھاڑ اور دھکم پیل نے انہیں کبھی سیٹ پر اطمینان سے بیٹھنے نہیں دیا، اگر کبھی موقع مِلا بھی تو چوتھی سیٹ مِلی۔ اس کے برعکس وہ ہمیشہ ادب کی لوکل میں وِنڈو سیٹ کے مسافر رہے ہیں۔ کیونکہ مہاراشٹر میں یہ واحد صاحبِ اسلوب افسانہ نگار ہیں۔ افسوس! کہ ادبی مافیا نے انہیں یہاں بھی چوتھی سیٹ ہی کا مسافر گردانا ہے۔

● اشتیاق سعید

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

اظہارِ تشکّر

لوگ کہتے ہیں کہ کتابیں شائع کرنا بہت آسان ہوگیا ہے۔لیکن یہ آج بھی میرے لیے مشکل ہے۔میرے چند کرم فرما اور احباب جن میں بالخصوص اسیم کاویانی،ڈاکٹر ابراہیم سرکھوت،کامریڈ اسرار احمد انصاری، رمضان علی سحر،زبیر فطرت،نورالامین،جاوید ندیم،عبید اعظم اعظمی،ڈاکٹر کلیم ضیا،عبید حارث،منیرا سورتی،وکیل نجیب،منظر رضوی،عرفان جعفری،سکندر مرزا اگر میری مدد نہ کرتے تو یہ تیسری کتاب آج بھی شائع نہ ہو پاتی۔

مشہور آرٹسٹ اور کہانی کار **عابد سورتی** اس کتاب کا سرِ ورق بنانے والے تھے،لیکن وہ بیرونِ ممالک کے دوروں میں اس قدر مصروف ہوئے کہ وقت ہی نہ نکال پائے۔بہر حال میری کہانیوں کی مناسبت سے اُنھوں نے اپنے چند نمائندہ اسکیچیز بذریعہ ای۔میل بھجوا دیے۔باوجود اس کے سرِ ورق کا مسئلہ اب بھی میرے آگے سر اُٹھائے کھڑا تھا،اس کی بھنک کہیں سے میرے دیرینہ دوست **انور مرزا** کو لگ گئی اور اُنہوں نے یہ ذمہ داری اپنے سر لے لی اور **اشتیاق سعید** نے پورے اہتمام کے ساتھ کتاب شائع کر دی جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اِن تمام محبان کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میری ڈکشنری میں الفاظ نہیں ہیں۔

◉ م۔ناگ

Scanned by CamScanner

www.urduchannel

Chauthi Seat Ka Musafir

Short Stories

By

Meem Nag

م۔ناگ ستر اور اسّی کے بعد اُبھرنے والے افسانہ نگاروں میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔اب تک اُن کے افسانوں کے دو مجموعے "ڈاکو طے کریں گے" اور "غلط پتہ" شائع ہو کر اہلِ نظر سے داد پا چکے ہیں۔

ناگ کے افسانوں کی سب سے بڑی خوبی اُن کا طرزِ نگارش ہے۔اُن کے جملوں کی بندش ستار پر تنے تاروں کی طرح کسی ہوتی ہے۔جن میں شوخی بھی ہے اور کاٹ بھی۔یہ جملے قاری کو یک وقت کد کداتے بھی ہیں اور چٹکیاں بھی لیتے ہیں۔اُن کی نثر میں ایک خاص قسم کا آہنگ ہے جو قاری کے لہو میں خود بخود ایک تھرکن کی کیفیت پیدا کرتا ہے۔فکشن میں صاحبِ طرز ادیب بہت کم ہیں لیکن ناگ کی ہر کہانی پر اُن کی انفرادیت کا نقش ثبت نظر آتا ہے۔

اُن کے افسانوں کی دوسری بڑی خوبی سادگی اور پُرکاری ہے،وہ خواہ مخواہ علامتوں اور استعاروں کی بھول بھلیوں میں ناک ٹوپئے نہیں مارتے نہ ہی تجریدیت اور ابہام کے جنگلوں کی خاک چھانتے ہیں۔وہ اپنے آس پاس کے جیتے جاگتے کرداروں کی سیدھی سادی کہانیاں لکھتے ہیں اور اتنے سہج طریقے سے لکھتے ہیں جیسے کسی پُرسکون جھیل میں ناؤ کھے رہے ہوں۔

اُن کے افسانوں کی فضا زیادہ تر بڑے شہروں،خاص طور پر ممبئی سے ماخوذ ہے۔اُنہوں نے ایک جگہ اعترافیہ طور پر لکھا ہے۔

"یہ شہر ایک چوہے دان ہے،جس میں روٹی کا ٹکڑا پھنسا ہے۔جب کوئی روٹی پانے اندر جاتا ہے تو ساری دُنیا باہر رہ جاتی ہے۔آدمی پنجرے میں پھنس جاتا ہے اور باہر بلیاں اُسے گھیر لیتی ہیں"۔

حالات سے جوجھتے ہوئے آدمی کا یہ کیسا خوبصورت استعارہ ہے۔

زیرِ نظر مجموعہ اُن کے افسانوں کا تیسرا مجموعہ ہے۔اس مجموعے میں منی کہانیاں اور افسانچے شامل ہیں۔یہ کہانیاں کمیت کے لحاظ سے مختصر ضرور ہیں مگر کیفیت کے اعتبار سے ہر کہانی معنی سے پُر ہے جیسے راگ سے باجا۔

آج کل ادب میں افسانچوں کا بازار گرم ہے مگر بہت کم افسانچہ نگار افسانچوں کا حق ادا کرتے نظر آتے ہیں۔مجھے یقین ہے کہ م۔ناگ کے افسانچوں کا یہ مجموعہ ادھ کچرے،معمولی اور کم سواد افسانچوں کے انبار میں نہ صرف اپنی ایک الگ شناخت قائم کرے گا بلکہ افسانچے کی تعینِ قدر میں ایک اہم کردار بھی ادا کرے گا۔

سلام بن رزاق

نیوز ٹاؤن پبلشرز
NEWS TOWN PUBLISHERS
Abdullah Mansion,Room No.44
Haryanawala Lane, Kurla (W).
Mumbai-400070.Cell.:09224799971
E-mail : ishtiyaquesaeed@rediffmail.com

Scanned by CamScanner